جلد 15 شمارہ 12 ماہ دسمبر 2013ء صفر المظفر 1435ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

الله

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

ماہنامہ
گوجرانوالہ
فلاحِ آدمیّت
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ
فلاحِ آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942
نائب مدیر: سید رحمت اللہ توحیدی 0333-4552212
معاون مدیر: خالد محمود توحیدی 0300-7374750

مجلس ادارت
خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی
ائیر کموڈور (ر) اعجاز الدین
پیر خان، عتیق احمد عباسی
ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر غلام شبیر شاہد

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ۔
Ph: 0344-9000042/055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

﴿اس شمارے میں﴾

☆☆☆

درس حدیث بُردباری غیر جذباتیت

عن ابنِ عباسٍ رضی الله عنه، ان النبی ﷺ قال لاشج عبدالقیس اِنّ فیک لخصلتین یحبهما الله الحلم والاناۃُ o (رواہ مسلم)

ترجمہ : "حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قبیلہ عبدالقیس کے سردار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے اندر دو ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو اللہ کو بہت پسند ہیں۔ ایک بُردباری اور دوسری وقار اور سنجیدگی۔"

حلم اور بردباری کا مفہوم جب ہی سمجھ آسکتا ہے، جب ہم اپنے اندر پائی جانے والی ایک مخصوص قوت کو پہچان لیں اور اس قوت کے صحیح استعمال کا طریقہ معلوم کرلیں وہ غصہ کی قوت ہے۔ جس طرح اسلام نے باقی قوتوں کے لئے اعتدال کا حکم دیا یعنی ان قوتوں کے استعمال میں نہ بالکل کمی کی جائے اور نہ ان قوتوں کا بے جا استعمال کیا جائے اس میں سے ایک قوت غصہ کی ہے۔ اگر اس غصہ کی قوت کو بالکل استعمال نہ کیا جائے تو یہ کیفیت بزدلی کی حدود میں داخل ہوجاتی ہے اور اس سے حضور ﷺ بھی پناہ مانگتے تھے۔ اے اللہ مجھے بزدلی سے بچا!۔ لیکن اگر غصہ کی قوت کا ہر جگہ استعمال کیا جائے تو پھر ایک انسان اچھے بھلے معاشرے میں بے چینی پیدا کر دیتا ہے اور معاشرہ میں سکون رخصت ہوجاتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ پاک اپنے محبوب بندوں کی صفات بیان فرماتے ہیں کہ :

ترجمہ: " اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اللہ کے محبوب ہیں" یعنی جس کسی شخص کو تکلیف پہنچائی جائے یا مشقت پیش آئے تو وہ اشتعال انگیزی اور انتقام کے بجائے فراخ دلی اور اعلیٰ ظرفی سے برداشت کرے اور درگزر کرے پھر اپنی ذات سے یہ تاثر پیش کرے گویا مجھے کوئی مشقت تکلیف نہیں اس صفت کو حلم اور بردباری کہتے ہیں۔

حلم اور بردباری انسان کے اندر سب سے پہلے قوت برداشت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ جب ہم اپنے اردگرد کے ماحول ہی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں بہت سے جھگڑے فساد صرف اسی صفت کے نہ ہونے کی بناء پر نظر آتے ہیں کہ ہمارے اندر حلم اور بردباری نہ ہونے کی وجہ سے قوت برداشت نہیں ہوتی، یہاں تک کہ مار پیٹ اور قتل و غارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے حلم و بردباری سے جو دوسری دولت ہمیں حاصل ہوتی ہے وہ خود اعتمادی اور عزم کی دولت ہے۔ اور اس کا تذکرہ قرآن حکیم میں بھی ہے فرمایا :وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَر اِنَّ ذَالِکَ لَمِنْ عَزْمِ الاُمُوْر O

"یعنی جو کوئی صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ بڑے عزم و ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

جو شخص حلم و بردباری کی صفت رکھتا ہو وہ ایک باہمت اور عزم و حوصلہ والا انسان ہوتا ہے۔ زندگی کی دن رات آنے والی مشکلات اور مصیبتیں جھیلنے کی اس کے اندر ایک مخصوص قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں مصیبتیں اور پریشانیاں اس کیلئے زندگی کو مزید مشکل نہیں بناتیں کیونکہ وہ ان تمام چیزوں کو برداشت کر کے اپنے چہرے پر اطمینان کی ایک لہر پیدا کر لیتا ہے۔ حلم و درگزر کی تعلیم کا تعلق معاشرتی امور سے ہے لیکن اگر کوئی فرد یا معاشرہ دنیا میں فساد اور گمراہی پھیلا رہا ہے یا اللہ کی مقرر کردہ حدود کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے تو ایسا شخص قطعاً حلم و درگزر کا مستحق نہیں۔ اس کے ساتھ نرمی کرنا بزدلی ہوگی اور خدائی قوانین کی حق تلفی ہوگی لہذا ان مواقع میں حلم و بردباری کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

دوسری صفت سنجیدگی اور وقار ہے۔ یعنی خوب سوچ و بچار کے بعد کام کرنا جلد بازی سے کام نہ لینا۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الاَنَاۃُ مِنَ اللہِ و العَجَلَۃُ مِنَ الشیْطانَ یعنی وقار اور سنجیدگی اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب انسان ہر کام سوچ بچار کے بعد تحمل سے کرتا ہے وہ اکثر مکمل کام کرتا ہے اور بہت کم نقصان اُٹھاتا ہے۔ جبکہ جلد بازی کا مظاہرہ کرنے والے ایک عجیب قسم کے ذہنی خلجان کے ساتھ کام کرتے ہیں اور پھر اپنی جلد بازی کی بدولت اکثر شرمندگی اور نقصان کا سامنا کرتے ہیں۔

اسبابِ زوال

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

مسلمانوں کے زوال کی وجوہات معلوم کرنے کیلئے ان کے نقائص اور خامیوں پر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو بے اختیار یہ مثل یاد آتی ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی؟ اونٹ کی تو ممکن ہے کوئی کل شاید سیدھی بھی ہو، لیکن اِس اُمت مرحومہ کی تو واقعی کوئی بھی کل سیدھی نہیں ہے۔ عقائد، عبادات، علم، اخلاق، معیشت اور معاشرت، جس لحاظ سے بھی دیکھو کجی اور کجروی کے سوائے کچھ بھی نظر نہیں آتا، اِن اسباب زوال میں ہم صرف وہ بڑے بڑے سبب بیان کریں گے جو دیگر تمام اسباب پر حاوی ہیں۔اِن تمام وجوہات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ایک داخلی اسباب، دوسرے خارجی اسباب:۔

آج اسلام کو دو خطرے ہیں، ایک خارجی اور ایک داخلی، خارجی خطرہ یہ ہے کہ چاروں طرف ایسی قومیں آباد ہیں جو تم سے بدرجہا طاقتور اور ترقی یافتہ ہیں۔ان قوموں کے پاس علم و دولت ہے اتحاد و محبت ہے، حرکت و عمل ہے، جنگی سازو سامان سے آراستہ فوجیں ہیں، پانی میں چلنے والے جہاز اور آبدوزیں ہیں، ہوا میں اڑنے والے طیارے اور راکٹ ہیں، آگ برسانے والی توپیں ہیں، تباہ کرنے والے ایٹم اور ہائیڈ روجن بم ہیں۔کیا تم نہیں جانتے کہ زندگی اور اقتدار صرف طاقت کا نام ہے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس والی مثل غلط نہیں۔دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے، یہی ہوتا رہے گا، بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھاتی رہیں گی، طاقتور قومیں کمزور قوموں کو غلام بناتی رہیں گی۔ان قوموں نے اگر تم کو چھوڑ رکھا ہے تو کسی مصلحت اور باہمی عناد و رقابت کی وجہ سے داخلی خطرہ یہ ہے کہ تمہارے پاس نہ علم و دولت ہے نہ باہمی اتحاد و محبت، صبر و استقلال ہے نہ حرکت و عمل، ایمان کی طاقت ہے نہ اخلاق کی قوت، اور سب سے زیادہ یہ کہ تمہیں اپنی ان کوتاہیوں اور کمزوریوں کا صحیح علم ہے نہ احساس اور اس کی کمزوری و ناطاقتی کو دور کرنے کی کوئی

کوشش و پرواہ ہے نہ علاج اور دوا، تمہارے پاس ایک کتاب ہے سب سے بڑے حکیم کی تصنیف، لیکن تمہاری بے پروائی کی یہ حالت ہے کہ اس کی طرف دیکھتے تک نہیں۔ تمہارے تساہل کی یہ کیفیت ہے کہ کسی نسخے کو آزماتے تک نہیں، یہ باتیں جب مسلمانوں سے کہی جاتی ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں "ارے میاں! اسلام تباہ نہیں ہوسکتا، یہ اللہ کا اپنا دین ہے قیامت تک رہے گا۔ اگر موجودہ سب مسلمان بھی فنا ہو جائیں تو اللہ کسی اور قوم کو مسلمان کردے گا جو اسلام کا چراغ روشن رکھے گی" مطلب یہ کہ ہم بلا سے مارڈالے جائیں، تباہ ہو جائیں، ہمارے بچے، ہماری بہو بیٹیاں اور بہنیں نسلاً بعد نسل کفر و شرک کی زندگی بسر کریں مگر ہم اپنی خامیوں کو رفع اور دنیا میں عزت و عظمت کی زندگی بسر کرنے کے لئے ٹس سے مس نہ ہوں گے۔ قرآنی تعلیم ہچکیاں لے رہی ہے تو لیتی رہے اور محمدی ﷺ اخلاق دم توڑ رہا ہے تو توڑا کرے۔ ایسے مسلمانوں سے تو ہم کیا کہیں لیکن اگر کوئی سننے کو تیار ہے تو سنے کہ حسینؓ نے ان تمام بیماریوں کا علاج یہی بتایا تھا کہ اگر قوم پر کوئی وقت ایسا آن پڑے جب کوئی دوا اثر اور کوئی نسخہ کارگر نہ ہو تو اس وقت صرف یہی علاج ہے کہ اپنی جانوں کی قربانی دو اور شجرِ اسلام کو اپنے خون سے سینچو۔ اے مسلمانو! اگر تم حسینؓ کے عاشق ہو اور اس کے شایانِ شان یادگار منانا چاہتے ہو تو اٹھو اور اسلام کو بچانے کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دے ڈالو۔ ہمارا یہ مطلب نہیں کہ بلا وجہ جہاد کردو اور مسلمانوں کے گرد و پیش جتنی غیر مسلم قوتیں راج کر رہی ہیں ان پر چڑھ دوڑو۔ یہ بات تو خدا اور رسول ﷺ کے حکم اور تعلیم قرآنی کے خلاف ہے جہاد تو صرف وطن و ملت کی مدافعت میں جان دینے کا نام ہے۔ اللہ کی راہ میں جان دینے کا صرف یہی ایک طریقہ نہیں اور بھی طریقے ہیں۔ کیا یہ طریقہ کچھ کم ہے کہ قوم کو بوقت ضرورت مدافعت کی غرض سے تیار کرنے کے لئے اپنی جانوں کو وقف کردو، اپنا آسائش و آرام، اپنے عشرت کدوں سے باہر آجاؤ، مرغن اور لذیذ غذائیں ترک کردو، ملبوسات فاخرہ اتار ڈالو، مسافر اور سپاہیانہ زندگی اختیار کرو، سادہ کھاؤ، سادہ پہنو، اپنا روپیہ اور دولت سامان حرب کی فیکٹریاں کھولنے اور ایٹم اور ہائیڈروجن بم بنانے میں صرف کردو۔ اور کام کرو قوم کی

اصلاح وفلاح اور تنظیم کے لئے، کوشش کرو مسلمانوں میں اخلاق اور ایمان وعمل کی روح پھونکنے کے لئے، جانیں لڑا دو آپس کے فرقہ وارانہ اور طفلانہ اختلافات مٹانے کے لئے۔ ہاں اٹھو اور کام کرو۔ ان مقاصد عالیہ کے لئے اپنی جانوں کو گھلا دو، اپنی روحوں کو پگھلا دو، اپنی ہستی کو مٹا دو اور کام کرتے رہو، کرتے رہو، یہاں تک کہ ملت اسلامیہ پھر ایک ایسی "بنیان مرصوص" بن جائے کہ جو اس سے ٹکرائے پاش پاش ہو کے رہ جائے۔ مسلمانو! شہادت حسینؓ کی یادگار منانی ہے تو اس طرح مناؤ۔ کیا تم حسینؓ کے پیغام شہادت کی تعمیل میں اتحاد اسلام کے لئے اتنا کچھ بھی نہیں کر سکتے جتنا پچھلی تحریک میں بھارت کے ہندوؤں نے گاندھی کے مرن برت سے متاثر ہو کر انگریز جیسی جابر و قاہر قوم کے خلاف متحد ہو کر دکھایا؟

آئمہ عظام کے بعد اولیائے کرام کا نمبر ہے۔ ہم ان کی بابت کیا لکھیں، ماشاء اللہ زندہ اور مردہ لاکھوں اور کروڑوں ہی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو "ارباب من دون اللہ" میں کا ایک رب بنا دیا گیا ہے۔ ان بزرگان دین میں سب سے زیادہ قابل ذکر ذات ستودہ صفات جناب حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ہے جن کو لوگ "بڑے پیر" یا "غوث الاعظم دستگیر" کے نام سے پکارتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ لوگوں کی بگڑی بنا سکتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی ہوئی مصیبتوں کو ٹال سکتے ہیں۔ یہ لوگ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت یا غوث الاعظم دستگیر کے نعرے لگاتے ہیں اور کبھی بھول کر بھی اللہ کا لفظ زبان پر نہیں لاتے۔ اب اگر آپؒ کی زندگی اور تعلیم کا مطالعہ اور تحقیق کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا کے تمام اولیاء میں سب ہی سے زیادہ متقی، پرہیز گار اور کتاب وسنت کے پابند تھے اور آپ کی بزرگی و بڑائی ہرگز اس میں نہ تھی کہ آپ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید کر دکھاتے، لوگوں کی مرادیں بر لاتے، غریبوں کو امیر بناتے، بے اولادوں کو اولاد عطا کرتے، بیماروں کو شفا دیتے، مردوں کو زندہ کرتے یا بارہ برس کی ڈوبی ہوئی روایتی ناؤ نکال کر دکھا دیتے تھے، بلکہ آپ کی ساری عظمت وشان اس بات میں مضمر ہے کہ ساری عمر کوئی فعل آپ سے خلاف سنت سرزد نہیں ہوا، نہ کوئی قول خلاف شریعت آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ آپ کی

کتابیں فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین موجود ہیں، اٹھا کر دیکھ لیجئے ایک ایک لفظ قرآن اور سنت کے انشراح اور اتباع میں ہے۔

ان سب سالکان راہ خدا کی بڑائی اور بزرگی مسلم، لیکن کیا اس بزرگی کو ماننے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان کو خدا یا خدا کا شریک ٹھہرایا جائے، ان کی قبروں پر سجدے کئے جائیں، چادریں اور نذرانے چڑھائے جائیں، منتوں کے چلے باندھے جائیں، رزق طلب کیا جائے، ان کے مزاروں پر لکھی ہوئی عرضیاں پیش کی جائیں، مرد ان کے مزار کی خاک کو حرز بازو بنائیں اور عورتیں استقرار حمل کے لئے پیٹ ننگا کر کے ان کی قبروں سے ملیں۔ شرم کرو! اے اسلام کے دعویدارو کچھ تو شرم کرو۔ مانا کہ انہوں نے زندگی میں بڑی کرامتیں دکھائیں، فقیروں کو بادشاہ بنا دیا، بیماروں کو پھونک کر اچھا کیا اور مردوں کو ٹھوکر مار کر اٹھا بٹھایا، لیکن کیا باوجود اس کے بھی وہ اس قابل ہیں کہ ان کو خدا مانا جائے اور خدائے بزرگ و برتر کو بھلا دیا جائے جس نے ان کو یہ بزرگی اور کرامات عطا کی تھیں۔ ان بزرگان دین کی بزرگی اور بڑائی ماننے اور اس کی قدر کرنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ ان کے اخلاق و کردار کی تقلید میں نیکی اختیار کرو، برائیوں سے بچو، شریعت پر چلو اور جس طرح انہوں نے ''صرف ایک خدا'' کے عشق و محبت میں یہ مراتب حاصل کئے تم بھی وہی مراتب حاصل کر کے مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کے لئے کام کرو۔ توحید کا ڈنکا بجاؤ، رسالت کا پیغام سناؤ، کفر و شرک سے لوگوں کو بچاؤ اور تعلیم قرآن کی روشنی اور معرفت و حقیقت کے باطنی نور سے مسلمانوں کے ظلمت کدوں کو جگمگا دو اور ان کے سینوں کو منور بنا دو۔

کشف و کرامات بلاشبہ بڑی چیز ہیں۔ یہ ولایت بزرگی کی نشانیاں ہیں اور ثبوت ہیں، لیکن ان کی وجہ سے کسی کو خدا یا خدا کا شریک ماننا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ کشف میں کیا ہوتا ہے؟ یہی کہ آئندہ کے کچھ واقعات معلوم ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ مجھ پر یا فلاں آدمی پر فلاں مصیبت آنے والی ہے یا فلاں وقت میری یا کسی کی موت واقع ہونی ہے تو کوئی رسول یا ولی اللہ اس مصیبت یا موت کو ٹال تو نہیں سکتا۔ تو پھر ایسے کشف سے سوائے رنج و اندوہ

کے اور کیا فائدہ ہے؟ اسی طرح کرامات میں کسی بزرگ سے کوئی بات عجیب وغریب سرزد ہوتی ہے۔لیکن جتنے بزرگ گزرے ہیں اوراب موجود ہیں وہ سب یہی کہتے ہیں کہ ایسی باتیں محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ایسی بے خودی اور خود رفتگی کے عالم میں سرزد ہوتی ہیں جب ہم کو خود نہیں معلوم ہوتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں یا کیا کر رہے ہیں۔تو اے کشف وکرامات کی وجہ سے اولیاء اللہ کو ارباب من دون اللہ سمجھنے والو! تم خود اس خدائے قادر و قیوم کو کیوں نہیں مانتے اور مصیبتوں کے وقت خود اسی کو کیوں نہیں یاد کرتے جس نے اولیاء اللہ کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔یہ خدا اگر چاہے تو بے شک تمہاری آنے والی مصیبتوں کو دور کرسکتا ہے اور اگر تم کسی کو محض کرامات ہی کی وجہ سے قادر وتوانا مانتے ہو تو پھر سورج کی پرستش کرو جو دنیا کا سب سے بڑا کراماتی ہے۔یہ سورج تمہاری زمین کو روشنی اور حرارت پہنچاتا ہے جس سے زندگی قائم ہے،یہ تمہارے سمندروں سے پانی بھاپ بنا کر اڑاتا ہے جس کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور تمہارا رزق پیدا ہوتا ہے۔اگر سورج نہ ہو تو کوئی جاندار بھی اس زمین پر زندہ نہیں رہ سکتا۔پس اگر کرامتوں اور فائدہ وفیض رسانی ہی پر کسی کے ماننے یا نہ ماننے کا انحصار ہے پھر سورج کو مانو اور اسکی پرستش کرو۔اولیاء اللہ سورج کے مقابلے میں ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں پہنچاسکتے۔بے انتہا لوگ سورج کی اسی وجہ سے پرستش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں۔لیکن تھوڑی سی عقل والے بھی جانتے ہیں کہ سورج خود مخلوق ہے اس میں یہ حرارت اور روشنی بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے۔انسان کو تو اپنے اعمال وافعال پر کافی اختیار ہے لیکن سورج تو محض مجبور ہے جو کام اس کے سپرد ہیں، مجال ہے کہ ان سے ایک بال برابر بھی روگردانی کرسکے۔تو اے بھلے لوگو تم صرف اس خدا کو کیوں نہیں مانتے جس نے حیات آفرینی کی یہ مشین یعنی یہ سورج پیدا کیا ہے اور جو سورۂ یٰسین میں اس سورج کی بابت فرماتا ہے۔وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْم (یٰسین 38)

مسلمانوں کی تعداد کثیر نے کس طرح "ایک اللہ" کو چھوڑ کر اپنے لئے بے شمار ارباب من دون اللہ پیدا کر لئے اور توحید کے عقیدے اور توحید پرستی کے کس طرح ٹکڑے اڑا دیے۔اب یہ بتایا ہے

کہ باوجود ان تمام باتوں کے اب بھی چالیس پچاس فیصدی مسلمان ایسے رہ گئے تھے جو صرف ایک اللہ کو مانتے اور اسی پر ایمان رکھتے تھے خواہ وہ ایمان کتنا ہی کمزور کیوں نہ تھا، لیکن ارباب زمانہ نے توحید کے عقیدہ کو مٹانے میں صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، ابھی ایک قیامت اور آنے والی تھی، ایک طوفان اور اٹھنے والا تھا۔ یہ طوفان عشق الٰہی کے خاص دعویداروں اور معرفت وحقیقت کے سب سے بڑے علم برداروں کی خانقاہوں سے اٹھا اور عقیدۂ توحید کی جو کچھ دھجیاں باقی رہ گئی تھیں ان کو بھی پارہ پارہ کر گیا۔ یہ تھا صوفیوں کا عقیدہ ''وحدت الوجود'' یا ''ہمہ اوست''۔

ہم مانتے ہیں کہ اس عقیدے کے مبلغوں میں چند بڑے بزرگ اور ولی اللہ بھی تھے اور ان کی نیتیں انتہائی نیک اور پاک تھیں۔ ان پر جو کیفیتیں اپنے سلوک وسیر میں طاری ہوئیں وہ انہوں نے جن الفاظ میں بھی ہو سکا، آگے آنے والے سالکوں کی معلومات اور افادے کے لئے قلم بند کر دیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ بات جب حقیقی اہل اللہ کے حلقہ سے باہر نکل کر جاہل اور جھوٹے صوفیوں کے کان میں پڑی اور ان سے عوام تک پہنچی تو ان پر اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھ بیٹھے۔ عقیدۂ توحید پر یہ چوٹ بہت زبردست تھی وہ اس کو نہ سنبھال سکا۔ یعنی اب تک تو چند ہستیاں ہی اللہ تعالیٰ کی شریک گردانی جاتی تھیں اب کائنات کی ہر چیز خدا بن گئی (استغفر اللہ)۔ لیکن الحمدللہ کہ علما فقرا اور عوام میں آج بھی دس بیس فیصدی لوگ ایسے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، مگر افسوس کہ ان میں سے بھی زیادہ کا ایمان اس قدر محکم نہیں جس قدر محکم ہونا چاہیے۔ اگر موحدین کی اس قلیل تعداد کو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل اور یقین محکم ہوتا تو یہی جماعت تمام دنیا کے مسلمانوں کو اٹھانے اور صحیح راستے پر چلانے میں کامیاب ہو سکتی تھی۔ ''ہمہ اوست'' حقیقت نہیں صرف ایک کیفیت ہے جو عملی سلوک میں ایک خاص مقام پر سالکین راہ خدا میں سے کسی کسی پر طاری ہوتی ہے اور وہ غلطی سے اس کو حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں۔ الغرض یہ حشر ہوا اس عقیدۂ توحید کا جو مسلمانوں کے دین کی اساس، ان کی جماعتی شیرازہ بندی کی بنیاد اور اجتماعی طاقت کا اصل راز تھا۔

رُوحانی قوت کاحصول

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

ذکر الٰہی:

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں اصلاح کے کام کی بنیاد روحانی قوت پر رکھی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اِس کے حصول کو اولین ترجیح دی گئی ہے اور اس کیلئے ہر بھائی کو پاس انفاس کے طریقہ پر کثرتِ ذکر کی تلقین کی جاتی ہے۔یعنی ہر سانس سے جو باہر نکلے یا اندر آئے لفظ ''اللہ'' دل میں کہا جائے۔ آواز نکالے بغیر مگر بے خیالی اور بے پروائی سے نہیں بلکہ جب بھی دِل اللہ کہے تو محبت کے ساتھ اللہ کا خیال بھی آئے کہ میرے اندر، باہر، فضا میں اور کائنات کے ہر ذرہ میں وہ موجود ہے اگرچہ نظر نہیں آتا۔اور یہ خواہش پیدا کرو کہ وہ نظر آجائے۔اِس کے ساتھ ہی روزانہ **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه** کا ذکر نفی اثبات کے طریقہ پر رات کی نمازوں میں سے کسی ایک کے بعد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔اِس کے علاوہ ہر روز ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا ورد بھی بتایا جاتا ہے۔اِس تعلیم پر باقاعدہ اور دل جمعی کے ساتھ عمل کیا جائے تو اِس سے حسب ذیل فوائد اور اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

(ا)پہلا فائدہ جو سالک کو پہنچتا ہے وہ اطمینان قلب کا حصول ہے۔یہ دولت بے قیاس تھوڑے ہی عرصہ میں حاصل ہوجاتی ہے۔

(ب)دوسرا فائدہ یہ کہ اسی ذکر سے وہ برقی حرارت قلب میں پیدا ہوتی ہے جس کو روحانی طاقت کہا جاتا ہے اور اس حرارت سے وہ سرخوشی اور کیف وسرور سالک کو حاصل ہوتا ہے جو دُنیوی حرام شراب پینے والوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔

(ج)تیسرا فائدہ یہ کہ ذکر کے سرور میں سالک اپنی منزل مقصود کا راستہ سالوں کی بجائے

مہینوں میں طے کرتا چلا جاتا ہے اور تھکتا نہیں۔

(د) چوتھا اور سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ اِسی ذکر کے ذریعہ سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ اور جوں جوں اِس ذکر کی پختگی پیدا ہوتی ہے یہ تعلق گہرا اور قوی سے قوی تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

توکل علی اللہ:

ذکر کا فائدہ اِسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ دنیا کے تمام تفکرات و آلام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جائیں کہ جو کچھ اس کو کرنا ہے وہی ہوگا۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے اور اِسی میں ہمارا فائدہ ہے۔ ہماری گذشتہ زندگی میں بھی وہی ہوا جو اللہ نے چاہا۔ اور آئندہ بھی جو وہ چاہے گا وہی ہوگا۔ ہم تقدیر کو عمل سے مانتے ہوئے اپنی پوری کوشش کرتے رہیں گے لیکن نتائج کیلئے پریشان ہرگز نہیں ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انگنت نعمتیں ہمیں دے رکھی ہیں اِنکے لئے ہمیشہ اِس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے اور کبھی بھی اپنے خالق و مالک کا گلہ اور زمانے کا شکوہ نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کبھی تقدیر کا رونا رونا چاہیے۔ ہر وقت خوش رہا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ نیک گمان رکھو اور اس کی تائید و نصرت کا یقین رکھو اور اُسکی ذات پر توکل رکھو کہ توکل پر ہی اعلیٰ روحانی درجات کا انحصار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝

"اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو"۔ (المائدہ۔ 23)

اللہ تعالیٰ پر توکل کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اِس بات کا دل سے یقین کرے کہ سارا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے وہی ہوگا اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوگا۔ وہی نفع و نقصان کا مالک ہے۔ وہی عطا کرنے والا اور روکنے والا ہے۔ ساری حرکت اور طاقت اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے۔ توکل علی اللہ ہی سے انسان کو غم سے آزادی اور دائمی مسرت نصیب ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا "اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں

یہ کہ اللہ کو یاد رکھو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھو تم اِسے اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو۔ اور یہ یقین جانو کہ اگر پوری دنیا والے تمہیں نفع پہنچانے کیلئے جمع ہو جائیں تو تمہیں اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ اور اگر ساری دنیا والے تمہیں نقصان دینے پر تل جائیں تو اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے۔ قلم اُٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں''۔ (مسند احمد)

قطع ماسواء اللہ اور تسلیم و رضا:

قطع ماسواء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں رہتے اور دنیا کے تمام کام کرتے ہوئے دنیا اور اس کی کسی چیز سے دِل نہ لگاؤ اور اللہ سے کسی وقت اور کسی حال میں غافل نہ رہو۔ بُرے بھلے، موافق اور مخالف جو کچھ بھی حالات پیش آئیں سب کو اللہ کی طرف سے سمجھو اور سب پر خوش رہنا سیکھو اور ہر حال میں اللہ سے محبت بڑھاتے چلے جاؤ۔ قبلہ حضرتؒ نے رجائیت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سب کو رجائی (optimist) بننا چاہیے۔ یعنی ہر حالت میں خوش اور پر امید رہنا چاہیے۔ بے حوصلگی اور مایوسی کو قریب بھی نہیں آنے دینا چاہیے۔ ہر انسان کے قلب سے ٹرانسمیٹر کی طرح لہریں نکل کر فضا میں منتشر ہوتی رہتی ہیں۔ جس آدمی کا قلب نیکی، پارسائی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے طاقتور رہتا ہے۔ جو قرآن کریم کے حکم کے مطابق ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ نہ کسی سے ڈرتا اور نہ ہی خوف کھاتا ہے۔ جو بڑے سے بڑے صدمے کا اپنے قلب پر اثر نہیں ہونے دیتا اور جو کبھی رنجیدہ اور مایوس نہیں ہوتا۔ مختصراً یہ کہ جو رجائی ہوتا ہے اس کی یہ لہریں نہایت طاقتور اور تیز رفتار ہوتی ہیں۔ ایسا آدمی جو اپنے دل میں کسی دوسرے شخص کے متعلق خیال کرے کہ وہ فلاں فلاں کام کرے اور فلاں فلاں باتیں چھوڑ دے تو اِس کا خیال لہروں کے ذریعے فوراً مرسل الیہ کے دماغ تک پہنچتا ہے اور اُس کے خیالات کو بدل

دیتا ہے۔اور وہی کچھ کرنے لگتا ہے جو لہریں بھیجنے والا چاہتا ہے۔اِسی طاقت کو توجہ کہا جاتا ہے۔ جو لوگ قنوطی (PESSIMIST) ہوتے ہیں اِن کے قلب ہر وقت رنج والم اور اللہ کی رحمت سے مایوسی کے سبب نہایت کمزور ہوتے ہیں۔اِس لئے ان کی لہریں بھی کمزور ہوتی ہیں اور کسی کے دماغ پر اثر نہیں کر سکتیں۔ان کو نہ کوئی عزیز رکھتا ہے اور نہ اِن کا کہنا مانتا ہے۔وہ ہمیشہ پریشان اور ناکام و نامراد رہتے ہیں۔اب آپ کی مرضی ہے کہ رجائی بن کر خوشی، خوشحالی اور کامیابی کی زندگی بسر کریں یا قنوطی بن کر ناکام و نامراد رہیں۔ہمیشہ خوش رہنے میں جو مشکلات ہماری راہ میں حائل ہوتی ہیں ان پر قابو پانے کیلئے مرشد کاملؒ نے جو نسخے تجویز فرمائے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور ان سے فائدہ اُٹھائیں۔

موجودہ دور کی سب سے بڑی رکاوٹ ہوسِ زر ہے یعنی مال و دولت کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی طلب ہے۔مال کی جستجو میں انسان اِس طرح اُلجھ چکا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ ہر اُمت کیلئے ایک فتنہ تھا اور میری اُمت کیلئے فتنہ مال ہوگا۔یہ ایسا فتنہ ہے جس کی خاطر بڑے بڑے پارسا دین و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

عصر حاضر ہے ملک الموت ترا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکر معاش
اِس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
جو خرد کو کہتا تھا کہ بہانے نہ تراش

اللہ تعالیٰ نے ہمیں روٹی کھانے کیلئے دی تھی لیکن افسوس کہ روٹی ہمیں کھا گئی۔اِس کی ہوس نے ہمارے دل مردہ کر دیئے اور روحیں گھائل ہو چکی ہیں۔ہر آدمی مادی آسائشوں کا غلام بن کر رہ گیا ہے اور دولت کی دیوی کی پرستش اپنے عروج پر ہے۔قبلہ حضرتؒ کا فرمان ہے کہ عسرت و غربت کی رکاوٹ کا علاج قناعت ہے۔قناعت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے تم کو دے رکھا ہے اِس پر تمہارا دل خوش رہے۔بظاہر یہ بات بالکل ناممکن نظر آتی ہے کہ غربت و نکبت میں بھی

انسان ایساہی رہے جیسے دولت وثروت میں رہتا ہے لیکن فکر صحیح اور مشاہدہ وسیع سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات ناممکن تو کیا کچھ زیادہ دشوار بھی نہیں ہے۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ خوشی تو ذہن کی ایک کیفیت کا نام ہے جسکا مادی اسباب اور ماحول پر انحصار نہیں ہوتا۔ پھر قرآن کریم میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نپا تلا رزق دیا ہے اور کسی کو بے حساب عطا فرمایا ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے۔ تو اے سالکان راہ خدا تم خدا کی مرضی پر خوش کیوں نہیں رہتے اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی کے تابع کیوں کرنا چاہتے ہو۔

عسرت و غربت سے بد دل ہو جانے والوں کیلئے ایک تیر بہدف نسخہ حضور رحمت عالم ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ''جب تم کو اپنی غربت اور زبوں حالی کی شکایت ہو تو اپنے سے کمتر لوگوں پر نظر کرو'' اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ مفلوک الحال اور محتاج لوگوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور اطمینان کی زندگی بسر کریں یا ہمیشہ او پر والوں کو دیکھ کر جلتے کڑھتے رہیں اور اپنی زندگی کو جہنم بنائے رکھیں۔ حضرت عثمانؓ کا فرمان ہے کہ اللہ کی تقدیر پر راضی رہنا دُنیا کی جنت ہے اور جس مسلمان نے طمع چھوڑ دی وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔ سبحان اللہ! کتنے آسان آسان نسخے ہیں اپنے مالک کی محبت حاصل کرنے کے۔ آپ اللہ سے سچے دل سے راضی ہو جائیں تو وہ بھی آپ سے راضی ہو جائے گا۔ بلکہ ایک حدیث قدسی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بندہ دنیا میں میرے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے میں قیامت کے دن اس کے تھوڑے اعمال پر راضی ہو جاؤں گا۔

جو لوگ تعلیم پر عمل کر کے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں انکے لئے بانی سلسلہؒ نے دُنیاوی زندگی کی تکالیف کی حقیقت یوں بیان فرمائی کہ ''تکلیف دراصل محض ایک خیالی شے ہے جو اپنی حالت کا مقابلہ اپنے سے بہتر لوگوں کی حالت سے کرنے سے محسوس ہوتی ہے۔ اِس کے سوائے تکلیف کے اور کوئی معنی نہیں ہیں''۔ کسی جگہ واصف علی واصف کی ایک بڑی خوبصورت بات پڑھی۔ آپ نے لکھا کہ ''غم تمہاری خواہشات اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں تضاد کا نتیجہ ہے''۔ یعنی اللہ تعالیٰ

کی رضا کے خلاف سوچنا ہی تمہارے غم کا باعث ہے ۔تم اِس کی رضا پر راضی رہنا سیکھ جاؤ تو سب غم معدوم ہو جائیں گے ۔

غصہ کی نفی اور قوتِ برداشت:

مصلحین کیلئے قوت برداشت کی بھی بڑی ضرورت ہوتی ہے اِس کے بغیر اصلاح کے میدان میں ایک قدم آگے بڑھنا ممکن نہیں ۔اصلاح کرنے والوں کی قدم قدم پر مزاحمت کی جاتی ہے ۔اگر اصلاح کرنے والا بے حوصلہ ہو جائے ،ڈر جائے یا اِس کو غصہ آ جائے تو پھر سمجھ لو کہ اصلاح ختم اور جنگ شروع ہو گئی ۔حلقۂ توحیدیہ میں تزکیہ اخلاق کیلئے غصہ کو نفی کرنا لازم قرار دیا گیا ہے ۔اِس کی وجہ یہ ہے کہ غصہ کی نفی سے ہی قوتِ برداشت پیدا ہوتی ہے ۔تبلیغ کے میدان میں جہاں یقین محکم، عالمگیر محبت اور روحانی قوت آپ کی تلواریں ہیں جن سے دِلوں کے قلعے فتح ہوتے ہیں وہاں قوتِ برداشت آپ کیلئے مضبوط ڈھال ثابت ہوتی ہے جو آپ کو مخالفت ،سخت کلامی ،درشتی اور گالی گلوچ کے اثرات سے محفوظ رکھتی ہے ۔یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ غصہ آ جائے تو عقل جاتی رہتی ہے ۔اِس لئے جب عقل جاتی ہے تو انسان حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے ۔اِس لئے تم کو لازم ہے کہ غصہ کو بالکل نفی کر دو ۔اگر غصہ کو نفی نہ کرو گے تو تمہارے دل میں سکون کامل پیدا نہ ہو گا اور جب تک سکون کامل پیدا نہ ہو ذکر خدا کا اثر دل میں مستقل نہ ہو سکے گا ۔اور جس دل میں ذکرِ خدا کا اثر اور سکون کامل نہ ہو اِس میں اللہ کا جلوہ ہر گز نظر نہ آ سکے گا ۔پس فقر میں کمال پیدا کرنا ہے تو غصہ بالکل نفی کر دو ۔خواہ کوئی تم کو مارے، گالیاں دے، نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تم ہمیشہ اِس کا جواب نرمی اور ملائمت سے دو ۔قبلہ حضرتؒ نے نویں خطبے کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ آپ کو اصلاح کا کام کرنا ہے اِس لئے حلقہ کی تعلیم کے مطابق غصہ بالکل نفی کر دو ۔قلب میں پاس انفاس کے ذریعے روحانی طاقت بڑھاؤ پھر دیکھو کہ تم کتنی جلدی کامیاب ہوتے ہو ۔یاد رکھو کہ تم سلسلہ توحیدیہ میں صرف اِس لئے شامل ہوئے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور

اللہ کا رسول ﷺ تم سے خوش اور راضی ہو جائے۔ تم نیک بن جاؤ اور دین و دنیا میں سرخرو ہو جاؤ۔ تم خود اپنی اصلاح کرو اور دوسرے مسلمانوں کی خدمت اور اصلاح بھی کر سکو۔ لیکن ان تمام باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں ہو سکتی جب تک تم میں صبر اور قوت برداشت کا مادہ بدرجہ اولیٰ پیدا نہ ہو جائے۔ اِس لئے قوت برداشت بدرجہ کمال پیدا کرنے کی کوشش کیا کرو اور کبھی ہمت نہ ہارو۔ بندہ مومن اگر کبھی کسی مقصد کے حصول میں ناکام ہو جاتا ہے تو پھر بھی حوصلہ نہیں ہارتا۔ قرآن کریم کی درج ذیل آیات اِس کیلئے وجہ اطمینان بن جاتی ہیں:۔

''عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو، اللہ بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''(بقرہ۔216)

''نہ تو زمین پر کوئی حادثہ ہوتا ہے نہ ہی تم پر کوئی مصیبت آتی ہے مگر قبل اِس کے کہ وہ واقعہ ہو ہم نے اِسے کتاب میں لکھ رکھا ہے''۔(الحدید صفحہ۔23)

''آپ فرما دیجئے کہ ہمیں کوئی مصیبت پہنچ ہی نہیں سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے''۔(توبۃ۔51)

قبلہ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اب تم کو سوچنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت ہمارے نام پہلے ہی سے لکھ رکھی ہے تو اِس پر گھبرانا، رنج کرنا، مایوس ہونا، انتہائی ناشکری، کفرانِ نعمت بلکہ ایک قسم کی بغاوت ہے۔ اگر تم اللہ کی طرف سے آنے والی مصیبتوں کو نعمت سمجھ لو تو تم کو دائمی مسرت جیسی نعمت حاصل ہو جائے جو کہ کروڑوں اور اربوں روپے میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

برادران کرام! ہر انسان کی زندگی میں اونچ نیچ اور اچھے برے حالات آتے ہی رہتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ مکہ کی زندگی کے دوران کفار نے جو سلوک آپ کے ساتھ کیا اِس کی تفصیل پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ایک دوسرا پہلو بھی قابل غور ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو کن مراحل حیات سے گزارا آپ ابھی شکم مادر میں تھے کہ شفیق باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ جب ہوش سنبھالا اور چلنے پھرنے

کے قابل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی مہربان ماں کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ پھر دادا نے اپنے سایہ عاطفت میں لیا تو وہ بھی جدا ہو گئے۔ آپ کے چچا نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا تو وہ بھی اِنتقال کر گئے اور چند دن بعد ہی تابع فرمان اور جاں نثار بیوی کا ساتھ بھی چھوٹ گیا اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی تو بیٹیوں کو زندہ رکھا لیکن بیٹوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ مصائب کے یہ پہاڑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالے گئے۔ سن دس نبوت جس میں آپ کے چچا ابو طالب اور اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہوا۔ اِسے آپ نے عامُ الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تو میں اور آپ کس کھاتے میں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے محبوب شہر مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ میں بھی کونسا آرام ملا۔ وہاں کے دس سالہ دور میں اسی (۸۰) سے زیادہ جنگی مہمیں پیش آئیں۔ جن حجروں میں اُمہات المومنین رہائش پذیر تھیں اِن کی شان وشوکت سے آپ سب واقف ہیں۔ چھت پر کھجوروں کے پتے ڈالے گئے تھے اور اُونچائی اتنی تھی کہ ہاتھ سے چھو سکتے تھے۔ دروازوں پر کواڑ یا کپڑے کا پردہ پڑا ہوتا تھا۔ گھر کا سامان انتہائی مختصر تھا اور کئی کئی دن گھر میں چولہا نہ جلتا تھا۔ یہ شہہ لولاک ﷺ کا آستانہ تھا۔ لیکن ہماری ہوا وہوس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ ہمارے غریب خانے عجیب وغریب قسم کی آسائشوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن مکینوں کو پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے اور ہماری حالت اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کے عین مطابق ہے کہ ”جس نے ہماری یاد سے منہ موڑا اِس کیلئے تنگی کا جینا ہوگا“۔ دِلوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور حضور پر نور ﷺ کا پیار مفقود ہے اِس لئے دنیا کا ہر غم موجود ہے۔ دل اللہ کے ذکر سے خالی تھے اُن میں دنیا کے فکر گھس گئے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے   مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

میں طوالت کے باعث اپنے ہادی ومرشد حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی زندگی کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ آپ پر کیا کیا آزمائشیں آئیں اور زندگی کس طرح گزری۔ آپ کی اپنی تحریروں اور سوانح حیات میں سب کچھ بیان کیا جا چکا ہے۔ اِن گزارشات سے مقصود یہ اور صرف

یہ ہے کہ آپ اللہ کے فقیروں کا سا اندازِ فکر اور طرزِ حیات اپنائیں کیونکہ آپ سب نیک اور بزرگ بلکہ ولی اللہ بننے کی نیت سے سلسلۂ توحیدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ اگر عوام ہی کا سا اخلاق رکھنا ہو تو پھر کسی سلسلۂ فقر میں شامل ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ ہمیشہ خوش رہنے کی عادت ڈالیں۔ راضی برضا رہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیں تاکہ خود بھی غمِ دنیا سے نجات پائیں اور دوسروں کو بھی اِس سے نکلنے کی راہ دکھا سکیں۔ دِلوں کو کثرتِ ذکر اور توکل علی اللہ ہی سے حیاتِ نو عطا ہوتی ہے اور اگر یہ تعلق کمزور ہو جائے تو خوف اور نا اُمیدی دلوں کو گھیر لیتے ہیں اور دِل طرح طرح کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

ہمارے ہادی و مرشد نے جو ہمیں تعلیم دی وہ قرآنِ حکیم اور سنت رسول کریم ﷺ کے عین مطابق اور دنیا و آخرت میں یقینی کامیابی کے حصول کی ضمانت ہے۔ آپ نے اپنے ساتویں خطبے کے اِختتام پر سات نکات پر مشتمل لائحۂ عمل ہمیں عطا فرمایا اِس کی یاددہانی بہت ضروری ہو چکی ہے آپ نے فرمایا کہ آج کی صحبت میں مجھے آپ سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ:۔

(۱)۔ خلوص و محبت کے ساتھ سلسلہ کی تعلیم پر پوری پابندی سے عمل کرتے ہوئے پہلے کی نسبت اور زیادہ شوق اور جوش سے عمل کرو، عمل کرو اور عمل کرتے رہو۔

(۲)۔ اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی اِصلاح کرو۔

(۳)۔ دُنیوی ترقی کیلئے نئی نئی راہیں نکالو اور ان پر عمل کرو۔

(۴)۔ خلقِ خدا کی خدمت کرو اور سب کے ساتھ محبت سے پیش آؤ۔

(۵)۔ کتنی ہی تکلیفیں اور مصیبتیں آن پڑیں مایوس اور اُداس مت ہو۔ ہمت نہ ہارو اور ہمیشہ خوش رہا کرو

(۶)۔ دِل میں اللہ کو بسائے رکھو اور ہاتھ پاؤں، آنکھوں، کانوں اور زبان کو خدمتِ خلق میں لگائے رکھو۔

(۷)۔ یہی دائمی مسرت اور حقیقی زندگی کا راز ہے۔ مرتے دم تک کام کرتے رہو اور اللہ کی یاد میں مر جاؤ۔ تمھیں کیا خبر یہ کتنا بڑا کام ہے اور مرنے کے بعد اس کا کیا انعام ملے گا۔

خواجہؒ کے خطوط

(مرتب: خالد مسعود)

مرتے وقت اللہ یاد ہو

(بنام محمد یعقوب صاحب 20/7/1962)

''باقی اللہ اللہ جس طرح کر رہے ہو کرتے رہو۔ میرا اصول یہ ہے کہ آہستہ آہستہ ترقی کی جائے دین کی بھی اور دنیا کی بھی اور اللہ کی یاد تو مرتے دم تک کرنی پڑتی ہے۔ مرتے وقت اللہ یاد ہو تو سمجھو ساری زندگی کامیاب رہی ورنہ بے کار گئی۔ دیکھنے بھالنے کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ کسی کو کچھ نظر آتا ہے کسی کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کا خیال بالکل نہ کریں۔ اخلاق کو دیکھیں یہ سدھر رہا ہے یا نہیں اور اللہ کی یاد کو دیکھیں کہ بڑھ رہی ہے یا نہیں۔ باقی سب درست ہے۔''

علم و عرفان

(بنام محمد یعقوب صاحب 28/5/1962)

''ذکر نفی اثبات اور پاس انفاس میں ناغہ نہ کرنا۔ غصہ اور نفرت کی نفی کر دیں بڑی جلدی ترقی ہو جائے گی۔ خوش مزاجی اور خوش خلقی اختیار کریں۔ مرتضٰی صاحب اور ملک صاحب کی صحبت کو نعمت سمجھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ پی اے ایف میں سویلین ہیں۔ اگر ممکن ہو اور قواعد اجازت دیں تو ایف اے اور بی اے کا امتحان پاس کر لیں خواہ کتنے ہی برس میں ہو۔ فارسی اور انگریزی کی سٹڈی گھر پر کر کے قابلیت بڑھاتے رہیں۔ اصل چیز قابلیت ہے۔ علم نہ ہو تو باوجود ولی اللہ ہو جانے کے آدمی عارف نہیں بن سکتا جو ولایت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔''

والسّلام

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کا خط بنام پروفیسر غلام شبیر شاہد ہوتوانی

مورخہ 26-05-2005

آپ کا محبت نامہ ملا۔ اللہ آپ پر خصوصی رحمت فرمائے اور اطمینان بھری زندگی نصیب فرمائے آمین۔ الحمد اللہ آپ میں جذبہ محبت کی فراوانی ہے۔ اور قلب میں سوز و گداز کی دولت بھی ہے۔ لیکن اللہ نے یہ گوہر بے بہا، اپنی محبت کیلئے عطا فرمایا لیکن انسان اسے مٹی کی مورتوں پر فدا کر دیتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو محبوب حقیقی مان کر خود انمول بن جائے اور دنیا کی کوئی چیز اس کے دل پر قبضہ نہ کر سکے۔

فدا کرتا رہا دل کو حسینوں کی اداؤں پر
مگر دیکھی نہ آئینہ میں کبھی اپنی ادا تو نے

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو دوسری تمام محبتوں پر فوقیت اور ترجیح حاصل رہے اور ماسویٰ اللہ کی محبت اللہ کی محبت کے راستے میں حائل نہ ہو سکے۔ یہ اصول قائم رہیں تو دنیا کی بھرپور اور متاہل زندگی گزارنا اور اللہ کی گوناگوں نعمتوں سے مستفید ہونا کسی طرح بھی مومن کے رکاوٹ نہیں بنتا بلکہ ترقی کا موجب بنتا ہے۔

روحانی کیفیات بدلتی رہتی ہیں اس کی فکر نہ کریں۔ تعلیم پر عمل استقامت کے ساتھ ہونا چاہیے اور معمولات میں کوئی کمی نہ آنے دی جائے جب قبض کی کیفیت محسوس ہو تو اس دوران نوافل اور تلاوت قرآن مجید پر زیادہ زور دینا چاہیے یہی تو استقامت کا امتحان ہوتا ہے۔ نشہ پلا کے تو کام لیا ہی جا سکتا ہے لیکن اصل کردار وہ ہوتا ہے جو نشہ کے بغیر ہو۔ روحانی قبض نہ ہو تو آگے ترقی نہیں ہوتی۔ اسلئے اس سے ہرگز گھبرانا نہیں چاہیے۔ قبضہ کے بعد اگلی بسط کی کیفیت گزشتہ کیفیت سے بہتر ہوتی ہے۔ الحمد اللہ چوک اعظم کا حلقہ برابر ترقی کر رہا ہے یہ سب توحید کی خالص

تعلیم اور حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت اور آپ بھائیوں کے خلوص کا ثمرہ ہے ۔ نئے نئے جو بھائی آتے ہیں ان سے انتہائی محبت کریں ۔ ہر ایک کی خدمت کریں ۔سلسلہ توحیدیہ کی آسان سی تعلیم کی تلقین کرتے رہیں ۔انشاء اللہ آپ کا حلقہ مزید ترقی کرے گا۔ آپ لوگ یہاں آنے کی اتنی زحمت کیوں اٹھاتے ہیں ۔تعلیم پر دل لگا کر زیادہ عمل کریں تو فاصلے بے معنی ہیں ۔قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم دیدار بازی کے قائل نہیں ہیں ۔مرشد کو زندگی میں دو چار مرتبہ مل لینا کافی ہوتا ہے ۔تعلیم پر عمل کریں گے تو آپ کا حصہ روز کا روز آپ کو ملتا رہے گا اور سلسلہ توحیدیہ میں الحمد اللہ ایسا ہی چلے گا ۔ پروموشن کیلئے دعا بھی کر دی ہے ۔ روزانہ تین تسبیح اللہ قوی عزیز ۔اول آخر ذکر والا درود شریف پانچ پانچ مرتبہ پڑھا کریں اور پھر سر بسجود ہو کر اپنے مقصد کیلئے دعا کر دیا کریں ۔عشاء کے بعد پڑھیں ۔ جو روحانی سیر میسر آئی اور جو خواب دیکھے ہیں وہ سب مبارک ہیں وہ بزرگ جو اڑ کر محفل میں تشریف لائے وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ تھے آپ کی تسکین کیلئے دکھائے گئے کہ توحیدیہ نسبت مجددی نقشبندی ہے ۔ چاندی متائے دنیا کی علامت ہے بظاہر سفید ہے لیکن جب گھستی ہے تو کپڑوں کو کالا کرتی ہے یہ اچھا ہوا کہ آپ نے اسے اہمیت نہ دی اور آگے نکل گئے ۔ یہ سب کچھ اللہ کے ذکر کی بدولت اور بزرگان سلسلہ کے فیض کے طفیل ہوتا ہے ۔اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطاء فرمائے اپنے حفظ وامان میں رکھے ۔

اچھا ہوا خوابوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ۔اللہ کے ذکر سے صفائی ہو گئی ہے ۔عمران بیٹے کو میرا خصوصی سلام کہہ دیں ۔ پرانے رسائل اب ملنا مشکل ہیں البتہ مضامین دوبارہ شائع ہوتے رہتے ہیں ۔

ذکر پاس انفاس میں مزا آیا یہ تو ہونا ہی تھا ۔اللہ کا ذکر جہاں بھی ہوگا لطف آئے گا ۔ ذکر جلی ہو یا خفی اس سے بھی آپ کو تحریک ملنی چاہیے کہ پاس انفاس کا ذکر ہی قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اس کے ساتھ ساتھ البتہ تزکیہ اخلاق بہت ضروری ہے ورنہ کام خراب ہو جاتا ہے ۔

ذکر میں سستی ہرگز نہ کریں جب بھی کوئی پریشانی ہو ذکر اور زیادہ کرنا چاہیے ۔

والسلام!

تعلیمات توحیدیہ اور ہماری ذمہ داری

(عارف عزیز)

اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے سلسلہ عالیہ توحیدیہ روحانیت کی جدید ترین یونیورسٹی ہے۔ جہاں روحانیت کی تعلیم جدید خطوط پر، بغیر لمبی چوڑی فیس کے بالکل مفت اور موجودہ دور کے متقاضیات کے عین مطابق دی جاتی ہے۔ نہایت مختصر اور قابل عمل نصاب جس پر روزمرہ امور حیات کے ساتھ ساتھ محض چلتے پھرتے عمل کرنا ممکن بنا دیا گیا ہے کہ کوئی سانس جو اندر جائے اور باہر آئے "اللہ کی یاد" سے خالی نہ ہو۔

یہاں میرے مخاطب بالخصوص برادران سلسلہ عالیہ توحیدیہ ہیں جنہوں نے بطور طالب سلسلہ اختیار کیا، تعلیمات کی جانکاری حاصل کی، عمل کر کے انہیں سہل العمل پایا اور اپنی شمولیت کو بیعت کے ذریعہ دوام دیا۔ ہم سب بھائی خاص کردہ جن کو اللہ پاک نے اپنے "مقربین" میں شامل فرمایا اس بات کے شاہد ہیں کہ تصوف کی اس سے بہتر تعلیم آئندہ کئی سو سال تک کوئی نہ دے سکے گا۔

ہمارے ہادی و مرشد اور ربانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تعمیر ملت" کے "عالم روحانی" کے عنوان کے تحت انسانی ارواح کے صعود سے نزول یعنی لطافت سے کثافت تک کسی انسانی جسم میں داخلے تک کا جو تحقیقی سفر بیان فرمایا ہے اس کے مطابق یہ سارا عمل صرف اور صرف اللہ ربّ العالمین کی منشا اور مرضی سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ سمجھانے کے لئے آپ نے سمندر سے اٹھنے والی بھاپ سے بارش تک "واٹر سائیکل" (Water Cycle) کی مثال بیان فرمائی ہے۔ پھر یہ پانی اصل کی تلاش میں رواں دواں رہتا ہے۔ جسے سیدھی راہ مل جاتی ہے وہ جلد اپنی اصل سے جا ملتا ہے۔ اور جسے ٹیڑھی میڑھی راہوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ذرا دیر میں اور مشکل سے واصل بالذات ہوتا ہے۔

توحیدی بھائیوں کو اللہ رب العزت نے ایک خصوصی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے کہ اکثریت کولڑکپن اور جوانی میں ایسی راہ فکر عطا کی گئی ہے جو بالکل سیدھی، شارٹ کٹ اور روح بسیط تک کا عرفانی سفر طے کرنے میں گائیڈ ڈ(Guided) ہے جب ہم طریقت توحیدیہ میں دیئے گئے سلیبس (نصاب) کے مطابق عمل کرتے ہیں اوربطور "طالب" بتائے گئے ذکراذکار کرتے ہیں تو جلد ہی اپنے اندر ایک خاص تبدیلی محسوس کرتے ہیں جب تعلیم کو قابل عمل پا کر مطلوبہ سٹینڈرڈ حاصل کر لیتے ہیں اور ہمیں اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے کہ ہم اس تعلیم پر عمل پیرا ہوسکیں گے تو ہم بیعت کی خواہش کرتے ہیں، ہمارے شیخ سلسلہ یا ان کے مجازین اپنا میٹر لگا کر ہمارا کرنٹ اور رچارجنگ چیک کرتے ہیں اگر وہ قابل قبول ہو تو ہمیں بیعت کی سعادت سے نوازدیا جاتا ہے۔

یادرکھیے! ہم محض اپنی مرضی سے تعلیم حاصل کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں اوراسی طرح شیخ سلسلہ ہماری تربیت اور راہنمائی کے لئے اللہ کے لئے ہماری بیعت قبول فرماتے ہیں۔

دراصل ہم اللہ سے عہد کرتے ہیں اور مرشد ہمارے گواہ ہوتے ہیں۔اس کے بعد ہم عہد شکنی نہیں کرسکتے اور کریں گے تو آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ہم جوابدہ اور قابل مواخذہ ٹھہریں گے۔

برادران سلسلہ عالیہ توحیدیہ آپ مبارک ومنتخب لوگ ہیں جن کی قسمت پر کائنات رشک کرتی ہے۔خودکوبنالواوردیئے سے دیا جلاتے رہو۔

ہم قبلہ انصاری صاحبؒ کی تحقیق کے مطابق جب سلوک اور روحانی سفر کا آغاز کرتے ہیں تو سمندراور پانی کی جو مثال ابتداء میں دی گئی ہے روح کا حال اس سے ذرا سا مختلف اسلئے ہے کہ روح جب انسانی جسم میں داخل ہوتی ہے تو اس کا دوسرا سرا روح بسیط ہی میں اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔یعنی وہاں سے الگ نہیں ہوتا۔عالم اسفل یا مساوی عالم کی طرف سفر کرتے ہوئے بہت سے بلکہ ان گنت عوالم طے کر کے اپنی ضد یا مقابل کے روبرو آتی ہے۔جو قانون قدرت ہے۔ مثال اس کی یوں سمجھئے کہ جس نے رات نہیں دیکھی اسے آپ دن کی روشنی کا ادرک نہیں دلا سکتے۔

گویا اپنی ضد کے مقابل آ کے پہچان اور عرفان ہوتا ہے۔اس کے بہتر علم و ادراک کے لئے تعمیر ملت میں عالم روحانیت کے باب کا بغور مطالعہ کیجئے۔اس سے بہتر آج تک کسی نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے نہ کر سکے گا۔علم وعرفان کے اس سفر کے لئے آسان اصطلاحات جس طرح قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے استعمال فرمائیں ہیں وہ انہی کا کمال تھا۔

چونکہ ہر کسی کی روحانی ساخت اور استعداد مختلف اور اپنی اپنی ہوتی ہے لہذا قبلہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ سیر کرتے سارے منظر دیکھتے ہوئے سلوک طے کرتے ہیں اور بعض "جہاز میں بند" ہو کر سفر کرتے ہیں اور منزل پر پہنچ کے ہی سب ملتا ہے۔یہ سب اللہ پاک کا اپنا نظام ہے۔ہمارا مقصد قرب وعرفان باری تعالٰی ہے اور قسمت میں ہو تو "رویت و دیدار" بھی ممکن ہے۔ہمارا فرض صرف اتنا ہے یونیورسٹی کے نصاب کے خلاصہ جات نوٹس " روحانی سمریز) Notes, Summaries and extracts) کو پکا یاد کر کے عمل کریں۔

چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے پاس انفاس کریں۔جب بھول جائیں تو یاد آنے پر پھر شروع کر لیں حتیٰ کہ پھر بھولنے کی نوبت ہی نہ آئے۔بلا ناغہ روزانہ کے نفی اثبات سے اپنے UPS چارج کیجئے ہمیں تو بیٹری چارجنگ بتائی جاتی تھی مگر آج کل UPS اس قدر عام اور معروف ہو چکا ہے کہ بہترین مثال ہے۔نماز کی پابندی کیجئے باقی سب کچھ تو آپ جانتے ہیں مگر قبلہ انصاری صاحبؒ کا فرمان ہے کہ جو توحیدی نمازوں کی پابندی نہیں کریں گے انہیں مالی مشکلات پیش آئیں گی۔جو توحیدی صحیح معنوں میں نمازوں کے پابند ہیں وہ کبھی مفلسی کا شکار نہیں ہوں گے۔یہاں مجاہدہ بھیک مانگ کے نہیں بلکہ غصہ اور نفرت کی نفی سے کرلیا جاتا ہے۔اپنے اخلاق کی اصلاح جاری رکھیے اور درجہ کمال تک لے جایئے۔پابندی نماز،تلاوت قرآن پاک اور اذکار اور اوراد ذاتی عبادات اور راہ سلوک کے سفر کو آسان بنانے کا ذریعہ ہیں لیکن اخلاق حسنہ کا تعلق معاشرے سے ہے۔امن وسلامتی اور مقناطیسی کشش سے ہے جس کے ذریعے آپ کسی کے دل میں گھر کر جاتے ہیں۔اور یوں تبلیغ وتعلیم کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔

نبی رؤف ورحیمﷺ کا ارشاد ہے کہ میرا دنیا میں بعثت کا مقصد ہی اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کرنا ہے۔"

غصہ اور نفرت کی نفی کئے بغیر راستہ ہی طے نہیں ہوتا۔ جبکہ ہمیں تو بہت آگے پہنچنا ہے۔

ذاتی اعمال کے ساتھ برادران سلسلہ سے رابطے میں رہیے۔ بالخصوص شیخ سلسلہ سے ملاقات، فون، SMS اور توجہ کے ذریعے منسلک رہیے۔ کیونکہ مرشد کی صحبت، توجہ اور فیض سے راہ سلوک کا مہینوں کا سفر دنوں میں طے ہوتا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ "خیر لینے کیلئے برتن اور ظرف کا ہونا لازمی ہے" غلط نہیں ہے۔

محبت و صداقت

اپنے دل میں تمام مخلوق خدا کے لیے محبت کا جذبہ پیدا کرو اور ہر کام حق و صداقت سے انجام دو، اس سے تمہارے قلب و روح کو بڑا اطمینان ملے گا، مگر جب فرائض منصبی کا تقاضہ ہو تو اپنے محبوب ترین آدمی کو بھی سزا دینے میں تامل نہ کرو۔ یاد رکھو کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے بھی محبت اور رواداری سے پیش آنے کا حکم دیا ہے، اس حکم کی پوری تعمیل کرو۔ لیکن جب ان غیر مسلموں سے کسی مسلمان یا تمہارے مذہب و ملت کو خطرہ ہو تو اس وقت محبت اور رواداری کرنا خلاف حق ہے۔ ایسے موقعوں پر محبت اور رواداری کو قطع کر کے ان لوگوں کے مقابلہ پر ڈٹ جاؤ اور اس وقت تک مقابلہ کرتے رہو جب تک خطرے کا قطعی استیصال نہ ہو جائے۔

(اقتباس از تعمیر ملت)

فلسفہ شہادت حضرت امام حسینؑ

(عبدالرشید ساہی)

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ   دیں است حسینؑ، دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید   حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

شہادت حسینؓ کو چودہ صدیاں بیت چکی ہیں لیکن اس عظیم قربانی کی یاد آج بھی تازہ ہے جس طرح سورج کی کرنیں، دریاؤں کا پانی، بارش کے قطرے بلاتفریق رنگ ونسل مذہب و ملت پوری انسانیت کو فیض یاب کرتے ہیں اسی طرح میدان کربلا میں 10 محرم 61ھ کو رونما ہونے والے معرکہ حق و باطل نے ہر عہد، زمانہ، ہر مسلک، ہر قوم اور ہر تہذیب کو اپنے ثمرات سے مستفید کیا۔ شہادت حسینؑ ہر دور میں انسانیت کے لئے سبق آموز ہے اسی لئے اپنے کیا بیگانے حسینؑ ابن علیؓ کو کلمات تحسین سے نوازتے رہے ہیں مطلق العنانیت، ظلم، جبر، ناانصافی، لادینیت، بدکرداری اور عہد شکنی کے مقابلے میں شہادت حسینؑ آزادی وحریت، سچائی، عزم و ہمت، وفا، استقامت عدل وانصاف، جرات و بہادری، عظمت کردار اور مظلومین کی فتح و سرفرازی کا استعارہ بن کر سامنے آتی ہے۔ حسینؑ بن علیؓ نے عظیم ترین مجاہدے اور شہادت سے انسانیت کو آبروئے حرمت بخشی اور جہان بشریت کے رہبر و رہنما کہلائے آپؑ کربلا کے معرکہ میں دشمنوں کے نرغے میں ہوتے ہوئے بھی نہایت دلیرانہ اور جرات مندانہ لہجے میں یوں لشکر یزید سے مخاطب ہوئے۔

خدا کی قسم: میں بیعت کیلئے اپنا ہاتھ تمہارے سامنے نہیں لاؤں گا اور نہ غلاموں کی طرح میدان سے راہ فرار اختیار کروں گا تم نے مجھے دوراہے پر کھڑا کیا ہے قتل ہونا یا ذلت وخواری قبول کرنا لیکن میں ان دونوں شقوں میں سے پہلی شق کو قبول کرتا ہوں میں ذلت کے ساتھ اپنے

آپ کوتمہارے سپرد نہیں کرونگا۔ذلت ورسوائی ہرگز قبول نہیں ۔پسپائی اختیار کرنا ہمارے گھرانہ کا شیوہ نہیں ہے ہمارے سمندرحیات میں بز دلی کا کوئی وجود نہیں ہے جوانسانی معاشروں کوآزادی اورحریت اورجرات وبہادری کا درس دیتا ہے ۔امام حسینؓ کی شہادت نے قانون آزادی بشر پر اپنے اوراپنے جانثاروں اورجگر پاروں کے پاک لہو سے دستخط ثبت کئے اوراس کولعنوان درس جاوداں مجاہدین عالم کے سامنے پیش کردیا۔

شہادت حسینؓ کامقصدظلم وستم کوروکنا تھا یہی غرض و غایت تھی یہی مقصودحقیقی تھا جس کے حصول کی خاطر اس تمام قلبی قوت اورایثاروفدا کاری کا وہ عظیم ترین مظاہرہ کیا کہ اپنی حیات کے آخری لمحات میں اپنے طفل شیرخوار کوبھی راہ حقانیت میں قربانی دے دی بعض مورخین نے امام پاکؓ کے کردار پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت امام حسینؓ چھ ماہ کے بیٹے شہزادہ علی اصغرؓ کواٹھا کر دشمن کے سامنے لائے اورکہا کہ مجھےتو پانی نہ دومگراس معصوم کوپانی لادو یہ پیاس سے بلک رہاہے رب کعبہ کی قسم یہ بات غلط اوربالکل غلط ہے امام حسینؓ نے شہزادہ معصومؓ کوقربانی کے لئے پیش کیااورکہا ذلیل کوفیو!،شیطان درندو!،ہواوہوس کے پجاریوں!،متاع قلیل کے چاہنے والو!،اہل بیعت کا یہ معصوم مجاہد بھی راہ حق میں جان دینے کے لئے بیتاب ہے تاریخ لکھنے والے کم ظرف انسانو،غورسے سن لوامام وہ ہوتا ہے جوراضی بارضائے رب ہوتا ہے امام مخلوق سے سوال نہیں کرتا ۔علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا،عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

امام حسینؓ کی شہادت نے اسلام کوروحانیت ،تازہ درخشندگی اور رونق سے نوازا۔ انقلاب حسینی عظیم ترین انقلاب کا منبع وسرچشمہ بن گیا اوراس کا سلسلہ تا ہنوز جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔

شہید کربلاامام عالی مقام کاپاک وظاہرنام تاریخ بشریت میں نئے باب اورنئے ظہور کا

باعث بنا ہے اس شہید جاوداں اور بلند مقام و مرتبہ کی تعظیم و تکریم کو عوام الناس کے درمیان اس طرح خصوصی شرف و منزلت حاصل ہے کہ جب تک دنیا باقی رہے گی، ہر روز اس کا جلوہ اور روشنی آفتاب و ماہتاب کی طرح درخشاں ہوتی رہے گی۔

آپؑ کردار کی بلندی پر فائز تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ خود مالک کائنات ربّ کبریا آپ کی رہنمائی اور پاسبانی فرما کر آپ کو امتحان کی تیاری کروا رہے تھے ۔ پھر دوسرا کرم یہ تھا کہ آپ کی رگوں میں سرکار دو عالمﷺ کا لعاب مبارک خون بن کر گردش کر رہا تھا۔

آپ نے حضرت فاطمہؓ خاتون جنت کی عصمت پناہ گود میں پرورش پائی، امیر المومنین حضرت علیؓ حیدر کرار شیر خدا جیسے عظیم المرتبت ہستی کی رہنمائی اور امام حسنؓ جیسے معصوم برادر کی سرپرستی میں زندگی کے بہترین ایام گزارے۔ عصمتوں کے حصار میں پرورش پانے والے حسینؓ خود عنایت پروردگار سے سرفراز تھے ۔ آپ کے کمالات و اوصاف کے بیان کے لئے جب بھی اہل علم نے قلم اٹھایا ہے انہیں اجمال کے لئے بھی بلند ترین الفاظ تلاش کرنے پڑے کیونکہ آپ کے کمالات اور آپ کے فضائل و شمائل عمومی الفاظ کی سطح سے بیان ہی نہیں ہو سکتے ۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں
اک ضرب ید اللٰہی ، اک سجدہ شبیری

واقعہ کربلا تمام جہانوں کی انسانیت کو حق و صداقت اور جانبازی اور شجاعت کا پیغام ہے مگر افسوس صد افسوس کہ امت مسلمہ کردار بنانے کی بجائے صرف گفتار کی غازی بن رہی ہے مساجد بے پناہ تعمیر ہو رہی ہیں مدرسے تعلیم دین کے لئے دن رات کام کر رہے ہیں علماء حضرات تحریر و تقاریر کے ذریعہ دین کا بے پناہ کام انجام دے رہے ہیں بڑے بڑے نامور مقرر حضرات جن کی دنیا میں دھوم مچی ہے دین کی تعلیم کے لئے سرگرم عمل ہیں مگر جرائم کی شرح دن بدن بڑھتی جا رہی ہے آخر کیوں؟۔

اسلام سارے کا سارا عمل کا نام ہے کردار سازی کا نام ہے محبت کا پیام ہے امام عالی مقام نے حق پر جان دی اور سارے کا سارا کنبہ بھی عصمت اسلام کی پاسبانی پر قربان کر دیا اور شجر اسلام کی آبیاری خون سے فرمائی۔

آج معاشرہ میں سچائی اور عدل والی کوئی بات نظر نہیں آ رہی ہر طرف بد دیانتی اور ظلم کا ایک طوفان بے مہار ہے جو کسی طور پر رکنے میں نہیں آ رہا ہے عدل نام کی کوئی چیز نہیں ظالم کو روکنے والا کوئی ہاتھ نظر نہیں آ رہا ہے اگر امام حسینؑ سے انس ہے تو ہمیں ان کے سبق کو ازبر کرنا اور عمل کرنا پڑے گا مگر یہ اس وقت ہوگا جب ہماری تربیت اسلامی ماحول اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگی گھر گھر میں بے حیائی کا ماحول پیدا کر دیا گیا ہے ایسے ماحول میں پرورش پانے والے بچے کیسے عمر فاروقؓ اور حیدر کرارؓ بن سکتے ہیں۔

عالم اسلام کے حکمرانو! یہ تمہارا فرض اور ذمہ داری ہے کہ قوم کو سچائی اور عدل کے پلیٹ فارم مہیا کرو فرنگی تہذیب نے عالم اسلام میں بے حیائی اور عریانی کے جو جراثیم پھیلا رکھے ہیں ان کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرو تعلیم قرآن کو عام کرو اور پھر اس اعلیٰ ترین کلام پر عملدرآمد کا ماحول پیدا کرو۔

امام حسینؑ نے اپنے نانا جان رحمت دو عالم ﷺ کے زیر سرپرستی پرورش پائی اور پھر اس ماحول میں پرورش پانے کا حق ادا کر دیا۔

حدیث مبارکہ ہے "ظالم اور جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے"۔

امام حسینؑ اور ان کے رفقاء معرکہ حق و باطل میں حق صداقت اور جرات و شجاعت کا علم بلند کئے رہے اور اپنے رب کی رضا، اعلیٰ انسانی اقدار کی بقاء، دین مبین کی سربلندی اور شریعت مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے ریگزار کربلا میں جرات و استقامت کی بے مثال تاریخ رقم کر کے حق و صداقت کا پیغام دے گئے۔

شہیدان حق کی دنیا میں نواسہ رسول ﷺ سیدنا حسینؑ ابن علیؓ کا مقام بہت ہی بلند ہے

کسی نے حق کی خاطر خود زہر کا پیالہ پی لیا، کوئی قید و بند کی سختیاں زندگی بھر جھیلتا رہا، کوئی تنہا پھانسی پر لٹک گیا مگر امام حسینؓ کا معاملہ ان سب سے مختلف ہے آپؓ نے اپنے گھرانے کا ایک ایک فرد اپنی آنکھوں کے سامنے کٹوا دیا اپنے جگر گوشوں کے لاشے خاک و خون میں تڑپتے ہوئے دیکھے، پیاس سے بلکتی ہوئی بچیوں کی صدائیں ان کے سامعہ سے ٹکرا رہی تھیں مگر وہ صبر و ضبط کا پیکر، وہ ثبات اور استقلال کا ہمالیہ، وہ جرات اور بہادری کا کوہ گراں وہ حق و صداقت کا علمبردار، وہ عزت و ناموس کا محافظ جو دشمن اور اس کے باطل عزائم کے سامنے گردن جھکانے پر آمادہ نہ ہوا وہ دشمنوں کے جم غفیر میں تنہا رہ گیا مگر اس کے صبر و اقرار کا دامن پیکر بے داغ رہا۔ وہ دشمنوں کی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور بے جگری سے لڑتا ہوا شہید ہوا اس نے حق کے لئے جینے اور حق کے لئے مرنے کی عظیم تاریخ رقم کی اور باطل کے خلاف احتجاج اور جہاد کا ولولہ عطا کیا۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؓ ابتداء ہے اسماعیلؑ

قتل حسینؓ کی قسم لاکھوں یزید ہیں یہاں
ہے یہی ارض کربلا کلمہ حق اٹھا کے دیکھ

زندگیاں صحابہؓ کی ’’حضرت سعد الاسودؓ

(پیر خان توحیدی)

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

حضرت سعد الاسودؓ ایک نوجوان قابلِ قدر صحابی تھے ان کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں عجیب وغریب انداز سے نقل کیا گیا ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نہایت سانولے صورت بھی اچھی نہ تھی۔ لیکن ان کی اِس کالی صورت اور حسن و رعنائی سے محروم جسم کے اندر بھی ایک جگمگاتی ہوئی انسانی سیرت موجود تھی۔ جس سے عام انسان ناواقف ہونے کی وجہ سے انہیں حقارت سے دھتکار دیا کرتے تھے۔ عام دنیا کے لئے ان کے اندر کوئی کشش موجود نہ تھی انسانی آبادیوں میں ایک انسان ناکردہ گناہ کی سزا پا رہا تھا کہ وہ بدصورت کیوں پیدا ہوا ہے، لیکن قدرت کا ہاتھ اس بدصورتی کا پردہ ہٹا کر ان کے اندر کی روحانی رعنائیوں کو آشکارا کرنے والا تھا جن کی خبر اس سیاہ فام انسان کو خود بھی نہ تھی۔ اپنی بدصورتی سے خائف و مایوس انسان نے خدا کے آخری رسول ﷺ کے حضور یوں فریاد کی۔ اے محمد ﷺ میں ایمان لانا چاہتا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ مجھے جنت کے دروازے پر اندر جانے سے کہیں روک نہ دیا جائے۔ انتہائی دل سوزی کے ساتھ وہ نظر سعد الاسودؓ کی طرف اُٹھی جس میں انسانیت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہ رحمت اللعالمین ﷺ کی نظر تھی درد میں ڈوبے ہوئے الفاظ سچ بولنے والی زبان سے نکلے اور سننے والے کی سماعت پر آبِ حیات کے ٹھنڈے قطرے ٹپکا گئے۔

نہیں ،اے سعدؓ!خدا کی جنت کا دروازہ تمہارے لئے کھلا پڑا ہے۔وہاں جانے سے تمھیں روکنے والا کوئی نہیں ۔بے اختیار کلمہ توحید کا پاکیزہ نعرہ ان کے سیاہ ہونٹوں سے بلند ہوا اور سعدؓ ایمان لا چکے۔اور انسانیت نے ایک مایوس انسان کو سینے سے لگالیا۔

کچھ دنوں کے بعد ایک بار پھر یہی انسان خدا کے رسول کے پاس کھڑا ہوا دیکھا گیا اور دل ریشی کے ساتھ کہہ رہا تھا اے خدا کے رسول ﷺ اسلام نے مجھ سے جنت کا وعدہ تو کیا مگر دنیا بدستور تاریک ہی ہے۔ میں شادی کا آرزو مند ہوں مگر کوئی بھی شخص مجھے اپنی بیٹی دینے پر تیار نہیں ۔کیا کہہ رہے ہو سعد؟ آنحضرت ﷺ نے ٹوٹے ہوئے دل کی پکار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا قبیلہ ثقیف کے نو مسلم سردار عمیر بن وہب کو خدا کے رسول ﷺ کا یہ فیصلہ سنا دو کہ اس کی بیٹی سعد الاسودؓ کے نکاح میں دے دی ہے۔سعد الاسود حیرت سے شل ہو گئے یہ کیسے ممکن ہے کہ جس شخص کو معمولی سے معمولی خاندان اپنے اندر جذب کرنے کو عار سمجھتا ہے اس کو ایک معزز سردار اپنے گھرانے کا فرد بنانے پر آمادہ ہو جائے! مگر سعدؓ جو اپنی صورت سے مایوس تھے رسالت کی عظمت کا یقین رکھتے تھے یہ رسالت کی آواز تھی جو اسلامی معاشرے میں تقدیر کے اٹل فیصلہ کا درجہ رکھتی تھی۔سعدؓ امید و بیم کے اضطراب کے عالم میں گرتے پڑتے روانہ ہوئے اور معزز سردار کے دروازے پر دستک دے کر اپنی شادی کی پیشکش کر دی۔معزز سردار یہ سنتے ہی آپے سے باہر ہو گیا،غیظ و غضب کے اُبال نے اِس کو یہ سوچنے کا موقع ہی نہ دیا کہ اس پیشکش کے پس منظر میں رسالت کی آواز ہے اِس کے سامنے محض ایک کالا بھجنگ انسان کھڑا تھا جس نے قبیلہ ثقیف کے خاندانی وقار کو للکارا تھا۔سعدؓ اس در سے ٹھکرا دیئے گئے ۔مگر ابھی وہ چند قدم بھی جانے نہ پائے تھے کہ پیچھے سے ایک کانپتی ہوئی شرمیلی نسوانی آواز نے ان کو انتہائی بے تابی کے ساتھ پکارا،

اے جانے والے! اے خدا کے بندے! اگر یہ فیصلہ محمد عربی ﷺ کا فیصلہ ہے تو مجھے منظور ہے۔ یہ آواز عمیر بن وہب کی صاحبزادی کی آواز تھی۔ عورت نسلی وقار اور سماجی بندشوں کی جھوٹی عظمتوں کو ٹھکراتی ہوئی دین کی قربان گاہ پر اپنے جذبات کی قربانی پیش کر رہی تھی۔ بیٹی کے ایمان افروز فیصلے نے باپ کو جیسے گہری نیند سے چونکا دیا تھا۔ سعدؓ جن کو نہایت حقارت سے نکالا گیا تھا انتہائی اعزاز کے ساتھ واپس بلا لیا گیا۔ دنیا جس شادی کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی وہ شادی طے ہوگئی۔ سعدؓ اس تقریب کا ضروری سامان خریدنے کے لئے بازار پہنچے، خوشی اور آرزوؤں کے جذبات میں طلاطم بپا تھا کہ اچانک ایک نئی عظیم آزمائش کا موڑ سامنے آگیا۔ سعدؓ نے بازاروں کو اس پکار سے گونجتا ہوا پایا کہ اے خدا کے بندو! میدان جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ۔

سعدؓ چلتے چلتے رُک گئے جذبات کا طوفان اچانک ٹھہر گیا نفس کی ساری دنیا ایک ہی پکار میں گم ہوگئی۔ جذبات کے نشیلے خواب ایک لافانی حقیقت میں جذب ہوگئے۔ نئی نویلی دلہن کے خوابوں میں کھیلنے والا اپنی موت کو سینے سے لگانے پر تیار ہوگیا۔

دنیا کی لذیذ فرصتوں کی طرف بڑھنے والے قدم رُکے اور خدا کی طرف بڑھ گئے شادی کے سامان کی جگہ انہوں نے جہاد کا سامان خریدنا شروع کیا اور جہاد پر وجد کرتے ہوئے چل پڑے اب ان کے سامنے شبستانِ عروسی نہیں بلکہ اس جنت کا تصور تھا جس میں خدا سے حسین تر کوئی شے نہیں اب ان کی زندگی اس مقام پر تھی جہاں موت ہی سب سے حسین آرزو ہوتی ہے۔ جہاں انسان سرخی حنا کی بجائے شہادت کی مقدس آغوش میں سرخی خون سے کھیلنا پسند کرتا ہے۔ جذبات کے خوبصورت محل ہر گام ان کو پکار رہے تھے مگر جانے والا قبر کی تنہائیوں کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ شہادت کا جذبہ بے تاب تلواروں کی خون آشام پر چھاؤں کی طرف لپکتا جا رہا تھا۔

خدا کا بندہ اپنے خدا کی ملاقات کے لئے بے قرار تھا،میدان جہاد میں ایک خوبصورت عمامہ باندھے ہوئے ایک مجاہد جان دینے کے لئے بے تاب نظر آ رہا تھا مگر کوئی نہ پہچان سکا آج سعدؓ کی صورت نہیں ان کی سیرت کا حسن دنیا کے سامنے تھا۔ان کا جذبہ جانثاری ایک ایسا دلفریب منظر پیش کر رہا تھا کہ دیکھنے والے رشک اور حیرت سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے یکا یک ان کے ہاتھ کی سیاہی لباس کے اندر سے ظاہر ہوئی تو سب سے پہلے خدا کے رسول ﷺ نے پہچان لیا اور بے اختیار آواز دی مگر آج خدا کے رسول ﷺ کی آواز بھی ان کو شہادت کی سرمستی میں نہ چونکا سکی۔وہ بڑھتے رہے لڑتے رہے اور بڑھتے رہے زمین و آسمان سمٹ رہے تھے اور ادب کے ساتھ پیچھے ہٹ رہے تھے اور "انسان" اپنے خدا کے قدموں کو چھو لینے کے لئے وجود کی حدوں سے آگے نکل کر فرشِ خاک پر جا پڑا اور روح اپنے معبود سے جا ملی۔رسول خدا ﷺ ان کے حسین لاشے پر جھکے اور شدت جذبات میں بے جان نعش کو زانوئے مبارک پر رکھتے ہوئے بولے اے قبیلہ ثقیف !خدا نے اپنے سعدؓ کو قبیلہ ثقیف کی بیٹی سے کہیں زیادہ خوبصورت دلہن عطا فرمادی ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

دعوت وتبلیغ کے ادوار ومراحل

(غلام مرتضیٰ ۔اسلام آباد)

ہم نبی ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی کو دوحصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں جو درج ذیل ہیں ۔

1- مکی زندگی: تقریباً 13 سال　2-مدنی زندگی: 10 سال

مکی زندگی تین مرحلوں پر مشتمل تھی

1- پس پردہ دعوت کا مرحلہ تین سال

2- اہل مکہ میں کھلم کھلا دعوت تبلیغ کا مرحلہ ۔چوتھے سال نبوت کے آغاز سے دسویں سال کے اواخر تک

3- مکہ کے باہر اسلام کی مقبولیت اور پھیلاؤ کا مرحلہ ۔دسویں سال نبوت کے اواخر سے ہجرت مدینہ تک ۔

خفیہ دعوت کے تین سال :

مکہ دین عرب کا مرکز تھا ۔ یہاں کعبہ کے پاسبان بھی تھے اور ان بتوں کے نگہبان بھی تھے جنہیں پورا عرب تقدس کی نظر سے دیکھتا تھا اس سے کسی دور افتادہ مقام کی بہ نسبت مکہ میں مقصد اصلاح تک رسائی زیادہ دشوار تھی ۔ یہاں ایسی عزیمت درکار تھی جسے مصائب ومشکلات کے جھٹکے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکیں ۔اس کیفیت کے پیش نظر حکمت کا تقاضا تھا کہ پہلے پہل دعوت وتبلیغ کا کام پس پردہ انجام دیا جائے تا کہ اہل مکہ کے سامنے اچانک ایک ہیجان خیز صورت حال نہ آ جائے ۔

اوّلین راھروان اسلام :

یہ بالکل فطری بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے ان لوگوں پر اسلام پیش کرتے جن سے آپ ﷺ کا سب سے گہرا رابطہ وتعلق تھا ۔یعنی اپنے گھر والوں اور دوستوں پر چنانچہ آپ ﷺ نے سب سے پہلے انہیں ہی دعوت دی ۔اسطرح آپ ﷺ نے ابتداء میں اپنی جان

پہچان کے ان لوگوں کو حق کی طرف بلایا جن کے چہروں پر آپ ﷺ بھلائی کے آثار دیکھ چکے تھے کہ وہ حق اور خیر کو پسند کرتے ہیں آپ کے صدق وصلاح سے واقف ہیں۔ پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی ان میں سے ایک ایسی جماعت نے جسے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی عظمت، جلالت نفس اور سچائی پر شبہ نہ گزرا تھا۔ آپ ﷺ کی دعوت قبول کرلی۔ یہ لوگ اسلامی تاریخ میں سابقین واولین کے وصف سے مشہور ہیں۔ ان میں سر فہرست آپ ﷺ کی بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلا، آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثؓ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ جو ابھی آپ ﷺ کے زیر کفالت بچے تھے اور آپ کے یار غار حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ یہ سب کے سب پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہو گئے وہ بڑے ہردلعزیز نرم خو پسندیدہ خصائل کے حامل با اخلاق اور دریا دل تھے ان کے پاس ان کی مروت، دوراندیشی، تجارت اور حسن صحبت کی وجہ سے لوگوں کی آمدورفت لگی رہتی تھی۔ چانچہ انہوں نے اپنے پاس آنے جانے والوں میں جس کو قابل اعتماد سمجھا اسے اسلام کی دعوت دینا شروع کردی ان کی کوشش سے ہی حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہ بن عبداللہ مسلمان ہوئے۔ یہ بزرگ اسلام کا ہراول دستہ تھے۔

شروع شروع میں جو لوگ اسلام لائے ان میں حضرت بلالؓ بھی ہیں ان کے بعد امین امت حضرت ابوعبیدہؓ عامر بن جراحؓ، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ارقمؓ بن ابی الارم، عثمانؓ بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی قدامہؓ اور عبداللہؓ اور عبیدہؓ بن حارث، سعیدؓ بن زید اور ان کی بیوی یعنی حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور خبابؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے کئی لوگ مسلمان ہوئے۔ ان لوگوں کا تعلق قریش کی تمام شاخوں سے تھا۔ ابن ہشام نے ان لوگوں کی تعداد چالیس سے زیادہ بتائی ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کے بعد لوگ جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ مکہ میں اسلام کا ذکر پھیل گیا۔ اور لوگوں میں اس کا چرچہ ہوگیا۔

یہ لوگ چھپ چھپا کر مسلمان ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی چھپ چھپا کر ہی ان کی رہنمائی اور دینی تعلیم کے لئے ان کے ساتھ جمع ہوتے تھے۔ ادھر سورہ مدثر کی ابتدائی آیات کے بعد وحی کی آمد پورے تسلسل اور گرم رفتاری کے ساتھ جاری تھی۔ اس دور میں چھوٹی چھوٹی آیات نازل ہو رہی تھیں ان آیتوں کا خاتمہ یکساں قسم کے بڑے پر کشش الفاظ پر ہوتا تھا۔ اور ان میں بڑی پر سکون اور جاذبِ قلب نغمگی ہوتی تھی جو اس پر سکون اور رقت آمیز فضا کے عین مطابق تھی۔ پھر آیات میں تزکیہ نفس کی خوبیاں اور آلائش دنیا میں لت پت ہونے کی برائیاں بیان کی جاتی تھیں اور جنت و جہنم کا نقشہ اس طرح کھینچا جاتا تھا کہ گویا وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ آیات اہل ایمان کو اس وقت کے انسانی معاشرے سے بالکل الگ ایک دوسری فضا کی سیر کراتی تھیں۔

قریش کو اجمالی خبر:

مختلف واقعات سے ظاہر ہے کہ اس مرحلے میں تبلیغ کا کام اگرچہ انفرادی طور پر چھپ چھپا کر کیا جا رہا تھا لیکن قریش کو اس کی سن گن لگ چکی تھی لیکن انہوں نے اسے قابل توجہ نہ سمجھا محمد غزالیؒ لکھتے ہیں کہ یہ خبریں قریش کو پہنچ چکی تھیں لیکن قریش نے انہیں کوئی اہمیت نہ دی غالباً انہوں نے محمد ﷺ کو بھی اسی طرح کا کوئی دینی آدمی سمجھا جو الوہیت اور حقوق الوہیت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔ البتہ قریش نے آپ ﷺ کی خبر کے پھیلاؤ اور اثر کے بڑھاؤ سے کچھ اندیشے ضرور محسوس کیئے تھے اور ان کی نگاہیں رفتارِ زمانہ کے ساتھ آپ کے انجام اور آپ کی تبلیغ پر رہنے لگی تھیں۔

تین سال تک تبلیغ کا کام خفیہ رہا اور اس دوران اہل ایمان کی جماعت تیار ہو گئی جو اخوت اور تعاون پر قائم تھی۔ اللہ کا پیغام پہنچا رہی تھی اور اس پیغام کو اس کا مقام دلانے کے لئے کو شاں تھی۔ اس کے بعد وحی الٰہی نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ کو مکلف کیا گیا کہ اپنی قوم کو کھلم کھلا دین کی دعوت دیں۔ ان کے باطل سے ٹکرائیں اور ان کے بتوں کو حقیقت واشگاف کریں۔

محسن انسانیت ﷺ کی آمد انسانیت پر احسان عظیم

(ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی)

نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انسانیت پر بے شمار احسانات ہیں۔ محسن انسانیت ﷺ فلاحی، معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی، فکری، روحانی، علمی انقلاب اور عدل و انصاف کا انقلاب لائے۔ محسن انسانیت ﷺ معلم اعظم، مصلح اعظم دنیا کے لئے انسان کامل بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ سورۃ الاحزاب کی آیات نمبر 46-45 میں ارشاد ربانی ہے:

"اے نبی ﷺ! یقیناً ہم نے ہی آپ ﷺ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، آگاہ کرنے والا بھیجا ہے اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ"

انسانیت پر حضور اکرم ﷺ کے احسانات تو ان گنت ہیں مگر ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو:

(1) توحید کا نظریہ (2) مطالعہ کائنات کا حکم (3) علوم کی ترویج (4) سیاسی انقلاب (5) حقوق نسواں کا تحفظ (6) غلامی کا خاتمہ اور پیغام حریت (7) معاشرتی اصلاحات (8) معاشی اصلاحات (9) اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ (10) امن عالم کا قیام (11) انسانی بنیادی حقوق کا تحفظ

توحید کا نظریہ

حضور اکرم ﷺ نے انسانیت کو توحید کی نعمت عطا فرمائی۔ اجرام فلکی اور بتوں کی پوجا اور تثلیث وغیرہ کے نظریے سے نجات دلائی۔ ہندو مت میں خداؤں کی تعداد 33 کروڑ اور جاپان کے مذہب شنٹو ازم میں 48 کروڑ ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی کتاب Reconstruction of Religious Thought in Islam میں تحریر کیا ہے کہ عقیدہ توحید اسلام کا ایک مسلم اصول ہے جو دائمی نظریہ ہے۔ محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے توحید کا درس اول دیا جو سورۃ اخلاص کے علاوہ قرآن میں بے شمار مقامات میں درج ہے۔

مطالعہ کائنات کا حکم

معلم انسانیتﷺ کا ترمذی (کتاب العلم) میں ارشادِ گرامی ہے:
"حکمت تو مومن کی گم شدہ میراث ہے جسے جہاں تو پائے حاصل کر لے" کے مصداق پر مسلمانوں نے علوم وفنون اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی حاصل کی۔ صُفہ نظام تعلیم سے علم وفن کی کرنیں پھوٹیں اور رازی، ابن رشد، امام سرخسی، کندی، ابن الہیثم اور ابن العوام جیسے اکابرین اور اہل فکر و دانش پیدا ہوئے۔ قرآن نے سائنسی علوم اور نظام کائنات میں غور و فکر کا حکم دیا۔ Morris Bucaille اپنی شہرہ آفاق کتاب The Bible, The Quran and Science میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ قرآن نے سائنسی علوم اور جدید ٹیکنالوجی سے متعلقہ علوم کے مطالعہ کی ترغیب دی۔ یہ انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔

علوم کی ترویج

الجبرا مسلمانوں نے متعارف کروایا۔ یہ حضور اکرمﷺ کا علمی فیض تھا جس کی وجہ سے بے شمار علوم مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، طب، فلکیات، معاشیات، علم سیاحت، جغرافیہ، علم آثار قدیمہ، علم الجبر، علم عمرانیات وغیرہ میں مسلمانوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دے کر انسانیت پر عظیم احسانات کئے۔ پی۔ کے۔ ہٹی نے اپنی کتاب History of the Arabs میں مسلمانوں کے کارناموں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جان ڈریپر نے بھی اپنی کتاب (A History of the Intellectual Europe) میں تحریر کیا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کی وجہ سے یورپ میں تحریک احیائے علوم پیدا ہوئی۔ اس حقیقت کو Robert Briffault نے بھی اپنی کتاب The Making of Humanity میں تسلیم کیا ہے۔

سیاسی انقلاب

حضور اکرمﷺ نے ایک اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی اور آپﷺ نے خلافت کا نظام قائم فرمایا یہ جمہوریت روحانی جمہوریت ہے۔ اس شورائی نظام کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے

حقوق نسواں کا تحفظ

حضور اکرم ﷺ نے خواتین پر عظیم احسانات فرمائے۔ سورۃ تکویر کی آیت نمبر 9 میں ان کے زندہ درگور ہونے کا ذکر ہے۔ اسلام نے بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچالیا اور انہیں معاشی، معاشرتی اور قانونی تحفظ دیا۔ اسلام نے خواتین کو بے شمار حقوق عطاء فرمائے جن کا تحفظ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مثلاً تعلیم کا حق، جائیداد کا حق، کفالت عامہ کا حق اور بے شمار عائلی حقوق

اسلام نے خواتین پر صرف چند پابندیاں عائد کیں مثلاً فتنۂ آواز پر پابندی، فتنۂ خوشبو پر پابندی اور فتنۂ عریانی پر پابندی عائد کی ہے۔

غلامی کا خاتمہ اور پیغام حریت

حضور اکرم ﷺ نے غلامی کا خاتمہ فرما کر انسانیت پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ قرآن حکیم کی سورۃ بلد اور دیگر مقامات پر غلامی کے خاتمے کا اعلان ہے۔ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق غلامی کا ادارہ اٹھارہویں صدی کے اختتام تک یورپ، چین اور روس میں بھی قائم رہا۔ حضور اکرم ﷺ غلاموں کی آزادی کے نقیب بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ اسلام اقتصادی غلامی سے بھی انسان کو آزاد کرتا ہے۔ اگر اسلام کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی غلامی سے بھی نجات مل جائے۔

معاشرتی اصلاحات

حضور اکرم ﷺ نے بے شمار معاشرتی اصلاحات کے ذریعے انسانی معاشرے کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ بدعتوں، خرافات، اوہام اور فضول رسموں کو ختم فرمایا۔ آپ ﷺ نے خاندان کے ادارے، تعلیمی اداروں اور دیگر معاشرتی اداروں کی اصلاح فرمائی اور ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل فرمایا۔ ماں، باپ، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور حتیٰ کہ حیوانات کے حقوق مقرر فرمائے۔ آپ ﷺ نے معاشرے کو ہر لحاظ سے پاک کیا۔ حضور ﷺ نے یہ کام اپنے دورِ مبارکہ میں سر انجام فرمایا۔ پھر خلفائے راشدینؓ نے حضور اکرم ﷺ کے قائم کردہ مثالی معاشرے کو اور زیادہ مستحکم فرمایا۔

اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ

حضور اکرمﷺ نے اقلیتوں کو مذہبی آزادی بھی فرمائی اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا۔

امن عالم کا قیام

حضور اکرمﷺ کا ایک اور عظیم احسان قیام امن ہے۔ آپﷺ نے معاشرے میں عدیم المثال عدالتی نظام اور احتساب کے ذریعے امن قائم فرمایا۔ حدود و تعزیرات اور نظامِ قصاص و دیت سے جرائم کو ختم کیا گیا۔ جہاد سے انسانی ظلم کو ختم کیا اور معاشرے میں امن قائم فرمایا۔ اسلام نام ہی سلامتی کا ہے۔ حضور اکرمﷺ نے غزوات کے ذریعے امن قائم فرمایا۔ آج بھی کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، صومالیہ، مشرق وسطیٰ اور الجزائر وغیرہ میں امن قائم ہوسکتا ہے اگر امت مسلمہ حضور اکرمﷺ کی تعلیمات عالیہ پر عمل پیرا ہو۔

انسانی بنیادی حقوق کا تحفظ

انسانی بنیادی حقوق کی تاریخ میگنا کارٹا (1215ء) سے شروع ہوتی ہے۔ اقوام متحدہ کا انسانی بنیادی حقوق کا اعلان (1948) انسانی بنیادی حقوق میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے لیکن نبی کریمﷺ نے 1400 سال پہلے انسانیت کو بنیادی حقوق عطاء فرمائے۔ زندگی کا حق، عزت و مال کا حق، خواتین کے حقوق، غلاموں کے حقوق، حریت کا حق اور بے شمار بنیادی حقوق انسانیت کو ملے۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ: خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا منشور اوّل ہے۔ اس مبارک خطبے میں امن کا پیغام ہے۔

محسن انسانیت حضور اکرمﷺ نے انسانی مساوات، وحدت انسانی اور شرف انسانی جیسے عظیم تصورات انسانیت کو عطا فرمائے۔ اس دنیا میں حضور اکرمﷺ کی آمد انسانیت پر اللہ کا ایک احسان عظیم ہے۔

اللہ کا ذکر

(ماجد محمود)

عام طور پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے فضائل بتانے پر زور دیا جاتا ہے، لیکن ذکرِ الٰہی نہ کرنے کے جو نقصانات ہوتے ہیں ان پر کم ہی بات ہوتی ہے۔ ایک عام مسلمان کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ اللہ کا ذکر کرنا صرف نیکیاں کمانے کا ذریعہ ہے، لیکن یہ ذکرِ الٰہی کا نامکمل تصور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر نہ کرنا گناہوں کی طرف راغب ہونے کی پہلی سیڑھی ہے اور دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان کا باعث ہے۔ نیک اعمال کی طرف راغب ہونے اور نیک اعمال پر قائم رہنے کے لئے ہر پل اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن اور نماز اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے کا سب سے اہم ذریعہ ہیں۔ جو انسان بے نمازی ہو، قرآن سننے یا پڑھنے سے دور رہو، یہ ناممکن ہے کہ اس کے دل اور زبان پر اللہ کا ذکر جاری رہتا ہو۔ جو انسان نماز اور قرآن سے دور رہے، اس کا دل، دماغ اور زبان شیطان کی گرفت میں ہیں۔ نماز اور قرآن سے دور رہنے والا عملی طور پر اللہ کے ذکر سے منہ موڑتا ہے۔ ایسے انسان سے متعلق چند آیات اور صحیح احادیث قابلِ غور ہیں۔

"یقیناً میں ہی اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، سو میری ہی عبادت کرو اور <u>میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو</u>" (طٰہٰ 14)

اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر کرنے کے لئے نماز کی پابندی کا حکم فرمایا یعنی نماز ہے ہی اللہ کا ذکر۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب چاہے نماز پڑھ لو اور جب چاہے چھوڑ دو، بلکہ <u>نماز قائم کرنے کا</u> حکم فرمایا۔ بے نمازی لوگ چاہے لاکھ تسبیح کریں، وہ اللہ کے ذکر سے منہ موڑتے ہیں۔

"اور جو کوئی نہایت مہربان اللہ کے ذکر سے منہ موڑے، ہم اس پر ایک شیطان مُسلّط

کر دیتے ہیں پھر وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور یقیناً وہ ان کو نیکی کی راہ سے روکتا رہتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں" (الزخرف 36،37)

"قابو پالیا ان پر شیطان نے پھر ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں" (المجادلہ 19)

جو پانچوں نمازیں نہیں پڑھتا، قرآن سننے یا پڑھنے سے دور رہتا ہے یا اللہ کا ذکر نہیں کرتا، اللہ اس پر ایک شیطان مُسلّط کر دیتا ہے۔ وہ شیطان اُس کے دل پر قبضہ کر کے اسے ہر گناہ خوبصورت بنا کر اور ہر نیکی مشکل بنا کر دکھاتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ شیطان کا ساتھی اور مددگار بن جاتا ہے، خود کو سمجھدار اور نیک لوگوں کو بے وقوف سمجھتا ہے اور لوگوں کو اپنے قول اور فعل سے گمراہ کرنا شروع ہو جاتا ہے"۔

"سویل (جہنم کی وادی یا تباہی) ہے ان کے لئے جن کے دل اللہ کا ذکر نہ کرنے سے سخت ہیں۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں" (الزمر 22)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ کلام نہ کیا کرو۔ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام کرنا دل کی سختی (کا باعث) ہے اور سب لوگوں سے زیادہ اللہ سے دور وہ ہے جس کا دل (ذکر الٰہی نہ کرنے کی وجہ سے) سخت ہے"۔ (رواہ امام ترمذی)

"اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا، سو یقیناً اس کے لئے زندگی کی تنگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے، وہ کہے گا اے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جبکہ میں تو دیکھ سکتا تھا؟ اللہ فرمائے گا جس طرح تمہارے پاس ہماری آیات پہنچیں اور تم نے ان کو بھلا دیا۔، اسی طرح آج ہم نے تمہیں بھلا دیا۔ اور ہم اسی طرح بدلہ دیں گے جو حد سے نکلے اور اپنے رب کی آیات کا یقین نہ کرے"۔ (طٰہٰ 124-127)

یہاں ذکر سے مراد قرآن ہے۔ قرآن کا انکار کرنے والوں، قرآن کی خلاف ورزی کرنے والوں اور قرآن کو سننے یا پڑھنے سے گریز کرنے والوں کی دنیا اور آخرت تنگ ہوگی۔

جس دنیا کی خاطر یہ قرآن بھول گئے، اللہ انہیں اسی دنیا میں خوار رکھے گا۔ان کی زندگی سکون سے خالی ہوگی اور انہیں آخرت کی تیاری کی توفیق ہی نہیں ہوگی۔قبر اور قیامت کے عذاب اور اندھا پن ان کی آخرت کی تنگی ہوگی۔

"اور نہ ہوجانا ان لوگوں جیسے جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو اپنے آپ سے ہی غافل کردیا۔یہی لوگ نافرمان ہیں"۔(الحشر 19)

جو اللہ کو بھول جائے، اللہ اس کو اپنے فائدے اور نقصان کی تمیز ہی بھلا دیتے ہیں۔پھر یہ ساٹھ سال کی زندگی کو ہمیشہ رہنے والی آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، انہیں شرک اور توحید، بدعت اور سنت، جنت اور جہنم کی تمیز ہی نہیں رہتی۔یہ صرف ایسے اعمال کرتے ہیں جن سے انہیں دنیا کا ہی فائدہ ملتا رہے اور ایسی نیکیوں سے دور رہتے ہیں جس سے انہیں اللہ تعالیٰ کی مغفرت، رحمت اور جنت کی نعمتیں ملیں۔

"سو اس سے منہ موڑلو جو ہمارے ذکر سے منہ موڑے اور دنیا کی زندگی کے علاوہ کچھ نہ چاہے۔ان کے علم کی یہی انتہا ہے"۔(النجم 29-30)

جن لوگوں کا مقصد صرف دنیا کمانا ہے اور وہ قرآن سے دور ہیں، اہل ایمان انہیں تبلیغ کریں مگر ان کی صحبت نہ اختیار کریں۔جیسے جانوروں کو صرف کھانے پینے کا علم ہوتا ہے، ان کا علم بھی دنیا کمانے تک محدود ہے۔ان کی جہالت کی وجہ قرآن سے دوری ہے۔اگر قرآن سنتے اور پڑھتے تو قبر اور قیامت میں نجات کی فکر کرتے۔

"وہ لوگ جو مومن ہیں، ان کے دل اللہ کے ذکر سے سکون پاتے ہیں، آگاہ رہو! اللہ کے ذکر سے ہی دل سکون پاتے ہیں"۔(الرعد 28)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف مومن کا دل اللہ کے ذکر سے سکون پاتا ہے، جبکہ منافق اور کافر کا دل ناچ گانے اور لغو باتوں سے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافقوں پر فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں"۔رواہ امام بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق (منافقت) پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی اگاتا ہے"۔ (رواہ امام بیہقی) ۔ ان احادیث سے واضح ہے کہ منافق Music سے سکون پاتا ہے اور نماز سے جی چراتا ہے۔ تـطـمـئـن فعل مضارع ہے، جس میں Present & Future Tense دونوں شامل ہوتے ہیں۔ ترجمہ: آگاہ رہو! اللہ کے ذکر سے ہی دل سکون پاتے ہیں اور پاتے رہیں گے"۔ اللہ تعالیٰ نے Tension کے علاج کا دائمی نسخہ بتادیا ہے۔ یہ علاج قرآن، نماز اور ذکر میں ہے، نہ کہ گانوں اور سگریٹ میں۔

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، جو بھی اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو"۔ (الاحزاب 21)

اکثر لوگوں کو یہ آدھا ترجمہ یاد ہے: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ ہے" لیکن کس کے لئے؟ جو مومن اللہ کا کثرت سے ذکر کرے گا، صرف اسے ہی نبی ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ نظر آئے گی، جو ذکر الٰہی سے دور ہوگا اسے کافروں کی زندگی۔

ایسے بندے، جنہیں غافل نہیں کرتی تجارت اور نہ ہی خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کی پابندی سے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے اور وہ خوف کھاتے ہیں اس دن سے جس میں دل اور آنکھیں (دہشت اور خوف کی شدت سے) الٹ جائیں گے"۔ (سورہ النور 37)

نماز کی پابندی اور اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہونے کی وجہ قیامت کے دن کا خوف ہے جس کے دل میں قیامت کا خوف نہیں وہ نماز اور اللہ کے ذکر سے دور ہے۔

"اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو، بہت زیادہ ذکر اور اس کی تسبیح کرو صبح اور شام" (الاحزاب 41-42)

"اور اپنے رب کا ذکر کرو اپنے دل میں، عاجزی اور خوف کے ساتھ اور پست آواز سے، صبح کے وقت اور شام کے وقت اور غافلوں میں سے نہ ہو جانا"۔ (الاعراف 205)

"اس اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان دونوں میں ہے اور

کوئی بھی چیز نہیں جو تسبیح نہیں کرتی اللہ کی حمد کے ساتھ، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے "۔ (بنی اسرائیل 44)

اللہ تعالیٰ کو ہماری تسبیح کی کوئی ضرورت نہیں۔ہماری پیدائش سے پہلے بھی کائنات کا ہر ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا تھا اور ہماری موت کے بعد بھی آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ کے ذکر سے گونجتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہمارا ہی فائدہ ہے اور نہ کرنا ہمارا ہی نقصان ہے۔

"اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، تیار کی ہے اللہ نے انکے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم" (الاحزاب 35)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" شیطان آدم کے بیٹے کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے۔جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس سے دور ہو جاتا ہے اور جب وہ غافل ہو جاتا ہے تو (پھر) وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے"۔(رواہ امام بخاری)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے ایسی چیز بتایئے جس کے ساتھ میں آپ کا ذکر کروں اور اس کے ساتھ آپ سے دعا کروں۔اللہ نے فرمایا: لا الــه الا الـلـه کے کلمات کہو۔انہوں نے کہا اے میرے رب! آپ کے تو تمام بندے یہ کلمات کہتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے مخصوص کلمات بتائیں۔اللہ نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور جو ان میں (میرے سوا) آباد ہے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الــه الا الـلــه کے کلمات دوسرے پلڑے میں رکھ دیے جائیں تو لا اله الا الله کا پلڑا ان پر غالب آ جائے گا"۔(شرح السنہ)

"اے ایمان والو! غافل نہ کر دیں تمہیں تمہارے مال اور نہ ہی تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اور جو کوئی یہ کرے تو وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں"۔(المنٰفقون 9)

سچ بیانی (قصہ نومسلم صالحہ کا)

(مرسلہ: غلام یٰسین شاہ)

گوری بلوریا کیتھولک مسلک سے تعلق رکھنے والی عیسائی خاتون تھی اور اپنے مذہب کے بارے میں شدت پسند بھی۔ وہ امریکہ میں بوسٹن اور نیویارک کے درمیان ایک قصباتی علاقہ کے ڈیپارٹمنٹل سٹور میں آیا کرتی تھی۔ 1970ء میں سید زاہد حسین نے مسلمانوں کیلئے حلال اشیاء پر مشتمل یہ سٹور قائم کیا تھا۔ جیسے ہی سٹور پر آتی اور مسلمانوں کو برا بھلا کہتی اور حضورﷺ کو بھی برا بھلا کہتی۔ وہ تمام مسلمانوں کو کوستی رہتی۔ زاہد شاہ اور ان کے بچے اس سلسلہ میں ازحد پریشان تھے۔ شاکر حسین ان دنوں زیر تعلیم تھے۔ اپنے والد کا ہاتھ بٹاتے۔ بعد میں وہ ڈاکٹر بنے شاکر حسین اور ان کے بھائی مجاہد حسین نے ایک دن منصوبہ بنایا کہ اب اگر گوری نے نبی کریمﷺ کی شان میں گستاخی کی تو وہ اسے کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔ تاہم اس کیلئے ضروری تھا کہ وہ اپنے والد کو اس منصوبہ سے آگاہ کریں۔ والد کے متعلق بھی انہیں تشویش تھی کہ سید زاہد حسین گوری کی غلیظ گفتگو سن کر مسکراتے رہتے تھے۔ بڑی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بلکہ ہمیشہ اس کا احترام کرتے۔ جب وہ اپنے اندر کی ساری آگ نکال پھینکتی تو اسے بیٹھنے کا کہتے اور مشروب پلاتے۔ یہ سب باتیں دونوں بھائیوں کیلئے ناقابل برداشت تھیں۔ آج ہم بابا سے ضرور دوٹوک بات کریں گے۔ دونوں بھائیوں نے فیصلہ کرلیا۔ زاہد حسین دونوں بیٹوں کی بات بڑے انہماک سے سن رہے تھے۔ جب انہوں نے بات مکمل کرلی تو زاہد شاہ نے قرآن پاک سے نبی کریمﷺ کے رحمت اللعالمین ہونے اور آپ کے عفوودرگزر والی شان کریمیﷺ بیان کی۔ دیکھو شاکر اور مجاہد میری بات غور سے سنو! ایک شخص نے نبی کریمﷺ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر بے دردی سے کھینچا اور کپڑے کو پیچ در پیچ تنگ کرنے لگا۔ صحابہ کرامؓ میان سے تلواریں نکال کر اس شخص کو سزا دینے کیلئے دوڑ پڑے۔ اسی دوران نبی کریمﷺ کا دم گھٹنے لگا اور گردن پر خراش پڑ گئی لیکن

نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کو ہاتھ کے اشارے سے ہٹ جانے کا اشارہ کیا وہ شخص شرمندہ ہو گیا اور ایک دم اس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ اب وہی غصہ اور نفرت سے بھرا ہوا شخص قدموں میں گر گر اپنے کیے کی معافی مانگ رہا تھا۔ حضور ﷺ اسکو پیار کرتے جاتے اور وہ روتا ہی جا رہا تھا۔ اسکی ایک ہی تمنا تھی کہ پیارے نبی پاک ﷺ اس کو معاف کر دیں۔ میرے پیارے بچو اسلام ہمیں رواداری اور درگزر کا اعلیٰ ترین درس دیتا ہے۔ ہمیں گوری کیلئے دعا کرنی چاہیے۔ مجھے اپنے ربّ پر مکمل یقین ہے کہ میرا پیارا ربّ گوری کو ہدایت دے گا۔ اور گوری پوری کی پوری اسلام میں داخل ہو جائے گی۔

وقت گزرتا رہا گوری بلوریا نے اپنا معمول جاری رکھا۔ سال بھر گزر گیا ایک دن زاہد نے گوری سے سوال کیا۔ آپ بڑے عرصے سے مجھ سے سامان بھی خریدتی ہو اور مسلمانوں سے تمہیں نفرت بھی ہے۔ میں بھی تو مسلمان ہوں۔ اس نے جواب دیا آپ دوکانداری کے معاملات میں پروقار ہیں۔ پوری پوری رعایت کرتے ہیں۔ گاہک کا احترام کرتے ہیں اور پورا تولتے ہیں۔ سامان کا نقص پہلے بتا دیتے ہیں۔ میں نے آپکی زبان سے کبھی بے ہودہ گفتگو نہیں سنی زاہد شاہ نے کہا۔ یہ سب کچھ میرے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ جب کہ آپ انہیں بھی برا بھلا کہتی ہو۔ گوری قدرے سنجیدہ ہو کر کھڑی کچھ سوچنے لگی۔ اپنا سامان پیک کرایا اور چلی گئی۔ پندرہ دن بعد گوری پھر آئی۔ گوری آتے ہی کہنے لگی میں نے آپکے نبی ﷺ کو ہمیشہ برا کہا نفرت کا اظہار کیا۔ اگر آپ حضرت عیسیٰ کو برا کہتے تو میں بگڑ جاتی اور آپ کو سزا دلواتی۔ لیکن آپ کبھی غصہ میں نہیں آئے۔ زاہد شاہ مسکرائے اور کہنے لگے یہ بھی ہمارے نبی ﷺ کی تعلیمات ہیں اور ہم سیدنا عیسیٰؑ کو برا کہنے یا سمجھنے سوچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ بھی اللہ کے عظیم نبی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی زاہد شاہ نے گوری کو بڑھیا کے نبی پاک پر کوڑا کرکٹ پھینکنے کا پورا واقعہ سنا دیا۔ یہ سن کر گوری قدرے اداس اور پشیمان نظر آئی۔

پھر اگلی مرتبہ زاہد شاہ نے گوری کو سورۃ النساء کی چند آیات کا ترجمہ سنایا۔ جس میں

خواتین کے حقوق، بیوی، ماں، بیٹی، بہن کی حیثیت سے وراثت کی تقسیم والے معاملات سنائے۔ پھر پردے والی آیات سورہ احزاب سے انگریزی میں ترجمہ کر کے سنائیں۔ گوری بڑے انہماک کے ساتھ یہ سب کچھ سنتی رہی۔ اب یہ حال ہوگیا کہ گوری آتی اور زاہد شاہ سے فرمائش کرتی کہ آج مجھے نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث مبارکہ سنائیں۔ زاہد شاہ اس کو نبی کریم ﷺ کی احادیث سناتے۔ ایک دن زاہد شاہ نے گوری کو بتایا کہ گوری بیٹا! میری ایک ہی بیوی ہے۔ اور کوئی گرل فرینڈ نہیں۔ میری بیوی کا بھی کوئی بوائے فرینڈ نہیں۔ یہی حال میرے داماد اور بہو کا ہے۔ اسلام نے خاندان کے تحفظ کی جو حد بتائی ہے اس میں خود اعتمادی اور تحفظ کا بڑا خیال رکھا ہے۔ اس لئے ہم اپنے آپ کو محفوظ تر سمجھتے ہیں۔ اب گوری کی کایا پلٹنے لگی اس روز سے کسی بوائے فرینڈ کو ہیلو ہائے نہیں کیا۔ کلاس میں برقعہ اتار کر تعلیم میں مشغول ہوگئی واپسی پر گھر کے قریب وہ برقعہ اتار دیتی تا کہ گھر والوں کو اس تبدیلی کا پتہ نہ چلے۔ گوری بلوریا کیلئے بڑی پریشانی یہ تھی کہ اس کی شادی ایک ایسے نوجوان سے ہو رہی تھی جو امریکہ کے مادر پدر آزاد ماحول میں پوری طرح رنگا ہوا تھا۔ گوری سب سے چھپ کر قرآن پاک کا مطالعہ کرنے لگی تھی۔

گوری اب دل سے صالحہ بن چکی تھی اور مسلمان ہونے کیلئے بے تاب تھی۔ وہ تقریباً ہر روز زاہد شاہ کے سٹور پر آنے لگی تھی۔ اس نے اپنی پریشانی زاہد شاہ سے بیان کر دی۔ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میرے والدین اپنے مذہب کے مطابق میری شادی کرنا چاہتے ہیں لیکن مجھے یہ مغربی معاشرہ قبول نہیں، میں کیا کروں!۔ زاہد شاہ نے کہا گوری سوچ لو تمہارے اسلام قبول کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ تمہاری آزادرائے ہو کسی کا دباؤ تم پر نہ ہو، تمہارا قلبی رشتہ اسلام سے ہو۔ مگر گوری نے انکو بتایا کہ اب میں اپنی روحانی تبدیلی کو مزید نہیں دبا سکتی۔ بہر حال میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔ زاہد شاہ نے گوری کو کلمہ پڑھا دیا۔ اب گوری بلوریا کو ایک نیا نام ملا "صالحہ" یعنی نیک کام کرنے والی۔ گوری اب صالحہ تھی۔ اس نے تمام لوازمات بڑی رازداری سے مکمل کئے اور عمرہ کی سعادت کیلئے روانہ ہوگئی۔

خانہ کعبہ سے خوب باتیں کرتی اور طواف کے دوران مقام ملتزم کو پکڑ کر روتی عمرہ کرنے کے بعد اسے یوں لگا جیسے ابھی کچھ نامکمل ہے۔ اور دل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ وہ یہ محسوس کرتی اسکے مسلمان ہونے کی حقیقی خوشی میں کمی رہ گئی ہے۔ پھر اسکی منزل مسجد نبوی تھی۔ گنبد خضریٰ کے سامنے پہنچ کر صالحہ نے چادر اتار کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھیلا کر جھولی بنالی۔ زبان لڑکھڑا رہی تھی اور جسم پر لرزہ طاری تھا۔ وہ رحمۃ اللعالمین کے حضور کھڑی تھی۔ کانپتے ہاتھوں اور لڑکھڑاتی زبان سے درود شریف کا ورد کرنے کے بعد گویا ہوئی۔

میں ایک گنہگار بندی "صالحہ" معافی کی طلبگار ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ! آخر اس بڑھیا کو بھی تو آپ نے معاف کر دیا تھا جبکہ اس نے کلمہ بھی نہیں پڑھا تھا۔ اے طائف میں خود پر ظلم کرنے والوں کو معاف کرنے والے حبیب ﷺ خدا! بدترین دشمن کو بھی معاف کرنے والے ابو سفیان کے گھر کو دارالامان قرار دینے والے حضرت حمزہؓ کے قاتلوں سے درگزر کرنے والے! مجھے بھی اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطا فرمایئے۔ قیامت کے روز وحشت چھائی ہو تو حضرت فاطمہؓ کی گود میں جگہ دیجئے گا۔ مجھے اس قابل بنا دیں یارسول اللہ ﷺ کہ روز محشر میں آپ سے شفاعت کی التجاء کر سکوں۔ میرے والدین اور رشتہ دار بھی آپ کی محبت کے اسیر ہو جائیں۔ پتہ نہیں وہ کیا کیا کہہ رہی تھی۔ ایسے میں اسے محسوس ہوا۔ جیسے اسکا عمرہ مکمل ہو گیا ہے۔ جو کمی محسوس ہو رہی تھی وہ دور ہو گئی ہے۔ صالحہ نے روضہ رسول ﷺ پر اپنے گھر والوں کیلئے بھی دعا کی۔

واپسی پر اسے اپنے والدین کی طرف سے نفرت کے سامنے کی توقع تھی۔ مگر اسکے برعکس ہوا۔ مسلمان ہونے کی وجہ سے شادی رک گئی۔ صالحہ اب بوسٹن میں دور دراز علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کیلئے جاتی ہے۔ ایک شاندار مسجد بھی تعمیر کرائی ہے۔ وہ صالح کردار کی مالکہ ہے اور واقعی صالحہ ہے۔ ڈاکٹر شاکر میرا قریبی رشتہ دار ہے یہ واقعہ جب اسے سنایا تو کہنے لگا اگر ہم جذبات میں آ کر کچھ کر گزرتے اور اپنے والد کا کہانہ مانتے تو گوری آج صالحہ نہ ہوتی۔

واقعہ کربلا

(عبدالرشید ساہی)

یوں تو ساری کی ساری تاریخ اسلام سرفروشی اور جانبازی کی داستانوں سے بھری پڑی ہے لیکن شجاعت اور صبر کے ماتھے پہ یہ جو جھومر نواسہ رسول ہاشمی ﷺ ، جگر گوشہ بتول ؓ اور علی مرتضیٰ کے لال نے سجایا ہے اس کی مثال پوری تاریخ عالم میں نہیں ملتی ظلم کی قوت اور صبر کی قوت آپس میں برسر پیکار تھیں بالآخر صبر کی عظمت نے میدان جیت لیا اور ظلم اپنی پوری شدت کے باوجود نامراد و ناکام ہو گیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہوا وعدہ پورا کروادیا ۔ارشاد ربانی ہے "حق آ گیا اور باطل ختم ہو گیا باطل نے آخر جانا ہی ہوتا ہے"۔حق آ کے رہتا ہے ابلیس اور شیطانی قوتیں حق کی راہ میں ازل سے رکاوٹیں ڈالنے کی کاوشیں کرتی رہتی ہیں مگر حق کو روکا نہیں جا سکتا۔ معرکہ کربلا کو کچھ نادان لوگ حصول اقتدار کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جو کہ ان کے اندر کی خباثت کی نشانی ہے یہ جنگ صریحاً حق اور باطل کی جنگ تھی بااوصول حاقت اور بے دین اور بے ضمیر ہجوم کی لڑائی تھی ۔یہ خالص اللہ والوں اور شیطان کے چیلوں کا مقابلہ تھا اس میں ابلیسی قوت ناکام اور نامراد ہوئی اور قیامت تک ان یزیدی غنڈوں پالتو کتوں،منافقوں، بے حیاؤں، بے وفاؤں، دغابازوں اور احسان فراموش اور خوشامدی یزیدی حمایتوں پر لعن تعن ہوتی رہے گی اور انشاءاللہ یہ ٹولہ روزِ قیامت بھی روسیاہ ہوگا۔سوۃ الحشر میں ارشاد ربانی ہے "اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے اہل جنت تو اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں"۔دراصل نیکی اور بدی کی قوتیں روز ازل سے آپس میں برسر پیکار ہیں ۔پہلے انسان حضرت آدمؑ سے ہی غلطی ہو گئی اور پھر باقاعدہ ظلم کی ابتداء ہابیل و قابیل کے واقعہ سے شروع ہوئی ظلم آخر ظلم ہے جب حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے حق کا سورج پوری تابانیوں سے طلوع ہوتا ہے۔

حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے اس کو برداشت کرنا اس پر ڈٹ جانا اس کو بیان کر دینا اس کو بیان کر دینے والوں کا ساتھ دینا بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے دراصل یہ مقام اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے حاصل ہوتا ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

عظیم مقام کو پانے کے لئے اتنے ہی بڑے امتحان سے گزرنا پڑتا ہے حق و انصاف والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہوتے ہیں محبوبیت کے مقام کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ چھوڑ کر صرف مالک حقیقی کی رضا کے مطابق زندگی گزارنی پڑتی ہے اس مقام کے حصول کے لئے صرف اللہ تعالیٰ اور اللہ کے محبوب مرتضیٰ کریم ﷺ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنی پڑتی ہے میاں محمد بخش آف کھڑی شریف فرماتے ہیں

دسویں محرم یعنی یوم عاشور کے دن امام عالی مرتبت شہزادہ کونین حضرت امام حسینؓ اپنے تمام قبیلہ کے ہمراہ کربلا کے میدان میں دریائے فرات کے کنارے بھوکے اور پیاسے یزیدی ظالموں کا نہایت جواں مردی، دلیری بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے اور اپنے رب مولیٰ کریم کی بارگاہ میں کامیاب و کامران ہوئے اور مقام محبوبیت حاصل کر گئے دسویں محرم کا دن تاریخ عالم میں بڑی اہمیت کا حامل ہے حضور مصطفیٰ کریم ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان یوم عاشورہ کو پیدا کئے پہاڑوں کو اسی دن پیدا کیا لوح و قلم کو اسی روز بنایا گیا۔سمندروں کو اسی روز پیدا کیا گیا۔حضرت آدمؑ کو اسی روز بنایا گیا اور یوم عاشورہ پر آدمؑ کو جنت میں داخل کیا گیا حضرت ابراہیمؑ اسی روز پیدا ہوئے ۔فرعون کو اسی روز ڈبویا گیا ۔حضرت ایوبؑ کی تکلیف عاشورہ کے روز ہی دور ہوئی اور توبہ قبول ہوئی حضرت داؤدؑ کی لغزش اسی روز معاف ہوئی ۔ حضرت عیسیٰؑ اسی روز پیدا ہوئے اور قیامت بھی اسی روز برپا ہوگی۔عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

بعض علماء نے بیان فرمایا ہے کہ یوم عاشورہ کی فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ اس روز

اللہ تعالٰی نے دس پیغمبروں پر دس عنایتیں فرمائی تھیں ۔ (1) اس روز حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی (2) حضرت ادریسؑ کو اونچے مقام (مرتبہ) پر اٹھایا (3) حضرت نوحؑ کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہری تھی ۔ (4) اس روز حضرت داؤدؑ کی توبہ قبول ہوئی (5) اسی روز حضرت سلیمانؑ کو سلطنت واپس ملی (6) اسی روز حضرت ایوبؑ کا دکھ دور ہوا ۔ (7) اسی روز حضرت موسیٰؑ کو دریائے نیل میں ڈوبنے سے بچایا گیا اور فرعون کو غرق کر دیا (8) اسی روز حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی ملی (9) اسی روز حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا (10) اور اسی روز اپنے محبوب مصطفیٰ کریم ﷺ ہمیں عطا فرمائے گئے ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ میں نے قیامت تک کے آنے والے حالات وواقعات لوحِ محفوظ میں لکھ رکھے ہیں میرے اپنے عرفان کے مطابق اللہ تعالٰی نے یوم عاشورہ کی فضیلت اس لئے قائم فرمادی کہ اس روز میرے پیارے محبوب مصطفیٰ کریم ﷺ کا نواسہ بمعہ اہل وعیال تقریباً 72 نفوس کی قربانی میرے حضور پیش کرے گا اور اسی قربانی کے بدلہ میں اللہ تعالٰی نے اس روز کو فضیلت بخش دی اور اسی وجہ سے اس روز کو بابرکت بنا دیا اور اپنے خاص بندوں پر رحمتیں فرمائی اپنے اوپر لازم کرلی ۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک عام فہم سی بات کو مباحثوں میں الجھا کر کتنا گھمبیر بنا دیا گیا ہے ۔ شہید کے مقام کی نشاندہی اللہ تعالٰی نے اپنی مکمل ترین اور آخری کتاب میں یہ بیان فرمائی ہے کہ جو انسان میری راہ میں لڑتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے اس میں انسان کی اپنی کوئی منفعت نہیں ہونی چاہیے ۔ شہادت محض اللہ کی رضاء کے لئے مارے جانے کا نام ہے اس کے بعد شہادت کے سارے درجات ہیں ایک بے گناہ انسان کی جان لینا کتنا بڑا گناہ ہے کہ قصاص کے علاوہ اس کی کوئی معافی نہیں ہے اور قصاص کو ہی اللہ تعالٰی نے اصل زندگی قرار دیا ہے ۔ یہ جو طالبان کاروائیاں کررہے ہیں میرے نزدیک یہ ساری انسانیت کا قتل کررہے ہیں اور صرف اپنی خواہشوں کی تکمیل کررہے ہیں یہ سراسر بدمعاشی ہے اور ان کی حمایت کرنے والا ٹولہ بھی انسانیت

کا درد نہیں رکھتا۔ اسلام تو احترام انسانیت کا درس دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول کریم ﷺ انسان تو انسان جانوروں سے بھی انتہائی شفقت فرماتے تھے ہمارا یہ کیسا دعویٰ ہے کہ ہم اپنے پیارے رسول ﷺ کے غلام ہیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا دعویٰ غلامی صرف زبانی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ معیار مقرر فرمادیا ہے کہ میرا محبوب وہی ٹھہرے گا جو میرے محبوب کریم ﷺ کی اتباع کرے گا۔ ہمارے پاس اپنے ایمان کو جانچنے کا ایک ہی پیمانہ ہے اور وہ ہے اتباع رسول ﷺ۔ امام پاک حضرت امام حسینؓ نے محبت رسول ﷺ میں پرورش پائی تھی انہوں نے بچپن اور جوانی قرب رسول ﷺ میں اور محبت رسول ﷺ میں گزاری۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ قرب ختم المرسلین میں زندگی کے ایام بسر کرنے والا حضرت حسینؓ بے انصافی کو برداشت کرتا، ظلم کو برداشت کرتا فسق و فجور کو برداشت کرتا وہ کیسے شرابی و زانی حکمران کی بیعت پر رضامند ہوتے یہ کبھی نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہوا۔ آخر حق جیت گیا اور باطل ہار گیا تا قیامت باطل پر لعن تعن ہوتی رہے گی اور حق ہمیشہ سرفراز رہا ہے اور رہے گا زمانہ امام حسینؓ کے یقین پیہم کی داستان تا قیامت بیان کرتا رہے گا۔

زمین کربلا کتنی بھلی ہے — وہاں پر سویا ایک شیر جلی ہے
درنجف شک دو عالم کا ولی ہے — حسینؓ آخر حسینؓ ابن علیؓ ہے

جب سے کائنات معرض وجود میں آئی ہے خیر و شر کی قوتیں آپس میں برسر پیکار رہیں۔ ایمان والے اور بد دیانت ہمیشہ سے ایک دوسرے کے دشمن چلے آرہے ہیں۔ نیکی نے ہمیشہ بدی کی مخالفت کی ہے ظالم کے ظلم سے مظلوم کی قوت برداشت ہمیشہ زیادہ رہی ہے۔ ظلم کی رات جتنی بھی لمبی ہو اس کی سحر ضرور ہوتی ہے۔ جھوٹ اور فریب کو ہمیشہ سچائی کے سامنے جھکنا پڑا ہے ظلم آخر ظلم ہوتا ہے۔ جب حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔

بندہ خاکسار کو بھی اہل بیت اطہار کے گھرانے کے غلام ہونے کا دعویٰ ہے میں پر امید ہوں کہ اسی نسبت سے روز محشر میری نجات ہو جائے گی بچپن سے طبیعت ایسی ہے کہ جہاں بھی

حق وباطل کا میدان سجتا ہے کوشش کرتا ہوں کہ اس میں حق کا ساتھ دوں ۔بارہا ایسا ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کی لاج رکھ لی ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے باطل بے پناہ قوت کے باوجود کمزور اور بزدل ہوتا ہے کیونکہ وہ انسان اندر سے ٹوٹے ہوئے اور اپاہج ہوتے ہیں۔

داستان کربلا سرفروشی کی ایسی داستان ہے جس پر فدایان اسلام جتنا بھی فخر کریں کم ہوگا۔جو قربانیاں اسلام کے لئے کربلا کے شہیدوں نے دی ہیں آپ ان کو تصور میں لائیں تو آپ خوفزدہ ہو جائیں ۔آپ کا کلیجہ منہ کو آنے لگے گا جب میرے اور آپ کے امام زمانہ کے امام امام حسینؑ 6 ماہ کا معصوم شہزادہ علی اصغر دشمنوں کے سامنے لائے اور فرمایا ظالمو جوان تو جوان رہے اہل بیت کا یہ معصوم مجاہد بھی جذبہ شہادت کے لئے تڑپ رہا ہے اسی اثنا میں ظالموں کی طرف سے ایک تیر آ کر شہزادہ علی اصغر کے حلق میں پیوست ہو گیا ۔اور ننھا منا معصوم مجاہد اللہ کی بارگاہ میں کامیاب و کامران حاضر ہو گیا ۔شہادت کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے "جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہوا مر جائے وہ شہید ہے اور شہید زندہ ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق دیا جاتا ہے ۔شہدائے اسلام کی لسٹ بہت لمبی ہے اللہ کے پیار والے اس کی راہ میں جانیں قربان کرتے آرہے ہیں اور قیامت تک اپنے خون سے شہادت کی داستان کو رنگین بناتے رہیں گے۔

یاران نقطہ داں داستان کربلا کو اپنے اپنے عشق کے انداز میں بیان کرتے آئے ہیں اور اس پر تا قیامت لکھا اور بیان ہوتا رہے گا ہر انسان کے احساسات اور خیالات ایک جیسے نہیں ہوتے ہر کسی کے نزدیک اس واقعہ خونچکاں کی اہمیت ایک جیسی نہیں ہر انسان کی کربلا کے شہداء سے محبت الفت لگن اور عشق ایک جیسا نہیں اسی وجہ سے کسی شاعر کو یہ کہنا پڑا۔

دل میں رہ جائیں گی لاکھوں حسرتیں اظہار کی
خامشی ہونٹوں پہ آنکھوں میں نمی رہ جائے گی
شعر میں کیسے بیان ہو داستان کربلا
لاکھ مضمون باندھ لیجئے تشنگی رہ جائے گی

حج جس نے زندگی بدل ڈالی

(عبداللطیف ابو شامل)

تلخ تھے بہت تلخ، بلکہ کڑوے کسیلے، چاچا انصاری تو کہتے تھے کہ وہ کریلے ہی نہیں، نیم چڑھے بھی ہیں، اور وہ ان کا لحاظ اس لئے کرتے تھے کہ چاچا انصاری بہت نیک ہم درد، پاک باز اور متقی تھے۔ ہر ایک کے کام آنے والے بہت دھیمے، مسکراتے ہوئے پر نور جن کی باتوں میں خوشبو بسی ہوئی تھی۔ ہاں تو بس وہ ان کا احترام کرتے تھے ڈرتے تو وہ کسی سے نہیں تھے، اکثر اپنے لئے کہتے کہ جس دن ڈر تقسیم ہوا تھا اس دن تو میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ سارا محلّہ ان سے خائف تھا، بہت خوف زدہ، وہ تھے ہی ایسے مجال ہے کوئی آوارہ ان کی گلی سے بھی گزر جائے۔ وہ تھے تو بڑھئی لیکن بہت محنت کی تھی انہوں نے، دن رات محنت اور پھر اپنا فرنیچر کا کارخانہ بنالیا تھا جس میں درجن بھر سے زیادہ کاری گر اور اتنے ہی مزدوری کرتے تھے، کام سیکھنے والے نوجوان الگ سے تھے اور وہ بھی صرف اپنے خاندان کے مجال ہے کسی اور کو کام سکھا دیں۔ پڑھے لکھے بالکل بھی نہیں تھے لیکن صاحب کیا جادو تھا ان کے ہاتھ میں، سپاٹ لکڑی کو سونے جیسا مہنگا بنا دیتے تھے وہ۔ کام ایسا کہ عقل دنگ اور انسان مبہوت ہو کر رہ جائے، بڑی بڑی کمپنیوں کے دفاتر کا فرنیچر اور ان کی تزئین و آرائش کا کام کرتے تو معاوضہ منہ مانگا طلب کرتے، جو کہہ دیا بس پتھر پر لکیر، کوئی رو رعایت نہیں، رب نے ان کا رزق فراواں کر دیا تھا۔ صبح سویرے اپنے کارخانے کے باہر کرسی پر بیٹھ جاتے اور ہر ایک سے اٹھکیلیاں کرتے رہتے، کوئی بچ کے نہیں نکل سکتا تھا ان سے۔ گلی سے گزرنے والا ہر راہ گیر سر جھکا کے اور نظریں بچا کے گزرتا لیکن کوئی ان کی عقابی نگاہوں سے کیسے بچ سکتا تھا، کوئی بھی نہیں۔ لڑائی مارکٹائی تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، دن میں دو چار لوگوں کو مارنا پیٹنا تو کوئی بات ہی نہیں تھی، ہر پل لڑائی پر آمادہ تند خو، بدزبان، گالیاں، آزار، طعنے دینے میں بے مثال اور یکتا۔

چاچا انصاری کی ان سے دوستی تھی، نجانے کیوں، آگ پانی کا ملن کیسے ہوسکتا ہے بھلا؟ لیکن دوستی تھی اور بہت پکی۔ آذان کی آواز کے ساتھ ہی چاچا انصاری اپنا جنرل اسٹور چھوڑ کر مسجد کی راہ لیتے لیکن انہیں کبھی نہیں دیکھا مسجد میں، ان کا کیا کام تھا وہاں۔ کارخانے میں تیز آواز میں پرانے وقتوں کے گانے سنتے، فلمیں دیکھتے، اس زمانے میں جب وی سی آر آیا تھا وہ اس کے بھی اسیر ہو گئے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ چاچا انصاری نے انہیں کبھی نیکی پر آمادہ نہیں کیا تھا بہت کیا تھا لیکن پھر وہ تھک ہار کے ہمت ہار بیٹھے تھے اور وہ جیسے بھی تھے انہیں قبول کر لیا تھا۔

محلے اور آس پاس کے لوگ بھی عادی ہو گئے تھے اور ان کی بدزبانی آزار، مار پٹائی کو قہر الٰہی سمجھ کے قبول کر چکے تھے۔ چاچا انصاری حج کے لئے بہت تڑپتے رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے حج کی درخواست جمع کرائی اور انتظار کرنے لگے، پھر نہ جانے کیا ہوا ایک دن وہ چاچا انصاری کے سر ہو گئے، گالم گلوچ سے بات شروع ہوئی اور گریبان تک پہنچ گئی۔ اتنے اچھے دوست کیسے باہم دست و گریباں ہو گئے، سب ہی حیران تھے، سارا محلّہ جمع تھا، وہ چاچا انصاری کا گریبان پکڑے ہوئے تھے اور چاچا انصاری سر جھکائے کھڑے تھے۔ آخر وجہ تنازعہ سامنے آئی اور وہ یہ کہ چاچا انصاری نے اکیلے حج کی درخواست کیوں دی، ان کی درخواست کیوں نہیں دی۔ آخر طے پایا کہ صبح بینک جا کر ان کی حج درخواست جمع کروائی جائے گی۔ اس طرح معاملہ صبح تک ٹل گیا، لیکن رات کو انہوں نے پھر ایک مسئلہ کھڑا کر دیا کہ اگر ان کی درخواست نہیں منظور ہوئی تو چاچا انصاری بھی حج کے لئے نہیں جائیں گے۔ آخر چاچا انصاری نے ہار مان لی۔ فجر کے بعد ہی وہ چاچا انصاری کے گھر پیسے لیکر پہنچ گئے اور بینک کھلنے کا انتظار کرنے لگے، پھر آخر وہ گھڑی بھی آ ہی گئی جب ان کی درخواست جمع ہو گئی، بینک سے نکلتے ہوئے بھی انہوں نے بینک منیجر کو دھمکی دی کہ اگر ان کی درخواست منظور نہیں ہوئی تو وہ اس سے نبٹ لیں گے، دن گزرنے لگے اور ایک دن قرعہ اندازی ہو گئی، چاچا انصاری ڈرتے ڈرتے بینک پہنچے، وہ ان کے ساتھ تھے، پورا محلّہ سراپا انتظار تھا۔ آخر مبارک ساعت آ ہی گئی اور دونوں کا نام قرعہ میں حج کی سعادت کے لئے نکل آیا

سارے محلے میں خوشی کی برسات ہونے لگی۔انہوں نے راستے میں رمضان چاچا کی مٹھائی کی دکان پر جو کچھ تھا وہیں سب میں تقسیم کرنا شروع کردیا۔ان کی خوشی دیدنی تھی،لیکن صاحب ان کی عادات واطوار میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہیں آئی۔وہی مار دھاڑ وہی گالم گلوچ وہی خلق خدا کو آزار دینا،سارے ہی ان سے نالاں ہی نہیں بے زار بھی تھے۔

ایک دن محلے میں کسی کے گھر ایک مہمان آگئے اور انہیں ان کے بدخصلت اور بدزبان ہونے کا معلوم ہوا تو وہ ان سے ملنے پہنچ گئے۔انہیں حج پر جانے کی مبارک باد دی اور کہا آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ کا دیارِحرم سے بلاوا آیا ہے لیکن آپ کا حج اس وقت قبول ومنظور ہوگا جب آپ ان تمام لوگوں سے معافی مانگیں گے جن کے آپ نے دل دکھائے ہیں اور وہ آپ کو دل سے معاف کردیں،ورنہ آپ کا سفرِ حج بس سیر سپاٹا رہ جائے گا اور اللہ قبول نہیں فرمائے گا اور جب آپ مدینہ طیبہ جائیں گے تو اللہ کے حبیب جناب رسول کریم ﷺ آپ سے اس لئے منہ موڑلیں گے کہ آپ نے سرکار دوعالم ﷺ کے پیارے امتیوں کو آزار،دکھ اور تکلیفیں پہنچائی ہیں وہ سر جھکا کے سن رہے تھے۔پھر انہوں نے سر اٹھایا اور مہمان سے پوچھا،کیا جناب سرکار ﷺ میری طرف نہیں دیکھیں گے۔۔؟تو مہمان نے کہا ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں۔پھر ایک عجیب نظر لوگوں نے دیکھا کہ وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے،وہاں موجود لوگوں کے پاؤں پکڑ کر ان سے معافی مانگ رہے تھے۔ان کی تو حالت ہی غیر ہوگئی تھی۔پھر تو لوگوں نے ان کا عجیب رنگ دیکھا وہ محلے کے ہر گھر کے سامنے کھڑے ہوجاتے اور بھکاری کی طرح چیخ چیخ کر التجا کرتے،خدا اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے واسطے مجھے معاف کردو ورنہ میں مر جاؤں گا۔سرکار مدینہ ﷺ میری طرف دیکھیں گے نہیں،میں مارا جاؤنگا مجھے دل سے معاف کردو۔خدا اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے لئے مجھے معاف کردو۔انہوں نے چھوٹے بچوں سے لے کر بوڑھوں تک اور معصوم بچیوں سے لیکر خواتین سب سے نہ جانے کتنی ہی مرتبہ معافی مانگی۔وہ سارا دن بس یہی کرتے رہتے،اس سے پہلے وہ مسجد نہیں گئے تھے۔پھر مسجد جانے لگے اور وہاں ہر نمازی سے

معافی مانگتے اور تو اور انہوں نے گھر میں بھینس بکریاں، بکرے اور مرغیاں پالی ہوئی تھیں وہ ان سے بھی معافی مانگتے تھے۔ عجیب حالت ہوگئی تھی ان کی، وہ بہت صحت منداور ہشاش بشاش تھے، لیکن بالکل مرجھا گئے تھے، جس دن انہوں نے حج کے لئے جانا تھا۔ اس رات کو انہوں نے سارے محلے کی دعوت کی، شاندار دعوت جس میں انواع واقسام کے کھانے تھے، لوگوں نے سیر ہو کر کھایا اور ایک مرتبہ پھر انہوں نے رو رو کر سب سے معافی مانگی۔ سب لوگوں کے سامنے انہوں نے اپنے بڑے بیٹے کو بہت نصیحتیں کیں اور کہا، ہوسکتا ہے کہ میں وہاں مرجاؤں تم ان سب کا خیال رکھنا اور میں نے انہیں جو تکلیفیں دی ہیں۔ ان کا مداوا کرنا، میں نے کسی کا قرض نہیں دینا لیکن پھر بھی کوئی کہے کہ اس کے میرے ذمے پیسے ہیں تو اسے ادا کر دینا، میں نے جن کاموں کے پیسے پیشگی لئے ہیں انہیں اسی معیار اور مقررہ وقت پر پورا کر دینا، اور زندگی بھر سب سے اخلاق سے رہنا، کسی کا بھی دل مت دکھانا، اپنا حق چھوڑ دینا لیکن کسی کا بھی حق مت دبانا، بس میری ان سب باتوں کو میری وصیت سمجھنا۔ سب لوگ ان کا نیا روپ دیکھ کر بہت حیران تھے۔ بعض کا تو خیال تھا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں اور کچھ ان کی اس حالت کو خدا کا ان پر عذاب بھی سمجھنے لگے تھے دعوت کے بعد جب سب لوگ جا چکے تو انہوں نے مسجد کی راہ لی اور رات بھر آہ و زاری کرتے رہے۔ صبح نماز فجر کے بعد انہوں نے پھر سب سے معافی مانگی اور اپنے لئے دعا کی اپیل کی۔ پھر وہ ساعت آ ہی گئی جب وہ عازم حج ہوئے۔ سارے محلے نے انہیں پھولوں سے لاد دیا اور وہ روتے رہے اور کہتے رہے کہ وہ اس قابل نہیں ہیں جن کے پاس گاڑیاں تھیں وہ ان کے ساتھ ایئر پورٹ تک گئے اور انہیں رخصت کیا۔

دن گزرتے چلے گئے اور حج ہوگیا اور حاجی واپس آنے لگے۔ ان کے آنے کی خوشی میں نوجوانوں نے پورے محلے کو دلہن کی طرح سجایا اور پھر سب ان کے استقبال کیلئے ایئر پورٹ پہنچے۔ جب وہ جلوس کی شکل میں گھر پہنچے تو ان کے آنسو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ مبارک سلامت کا شور تھا اور وہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ پھر انہوں نے سب میں تبرکات تقسیم کئے۔

عشاء کے بعد مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور وہ اپنے سفرِ حج کی روداد سنا رہے تھے۔ پھر انہوں نے عجیب سا اعلان کر دیا، آج کے بعد سارے محلے کی بچیاں میری بیٹیاں ہیں۔ ان سب کی شادیوں کے سارے اخراجات میں ادا کروں گا، جو بچے اور بچیاں پڑھ رہی ہیں۔ ان کے بھی اور جو بھی بیمار ہوگا اس کے علاج کے اخراجات بھی میں ادا کرونگا۔

حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد ان کی زندگی یک سر بدل گئی تھی۔ اب وہ سب کے لئے رحمت تھے وہ لوگوں کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لئے تیار رہتے۔ دن ہو یا رات کسی بھی پہر لوگ ان سے مل سکتے اور اپنی ضرورت بیان کر سکتے تھے سب نے انہیں بابا کہنا شروع کر دیا تھا جو لوگ ان کے پاس نہیں آتے وہ خود ان کے گھر پہنچ جاتے۔ وہ لوگوں کی ضرورتیں انتہائی رازداری سے پوری کرتے، بچیوں کی شادیاں کرانا، طالب علموں کی فیس ادا کرنا بیماروں کے لئے دواؤں کا انتظام اور تو اور وہ محلے کے بچوں کے لئے کھلونے بھی لاتے تھے۔ ان میں ٹافیاں بانٹتے، ہر وقت ان کے گرد بچوں کا ہجوم رہتا۔ وہ مجسم رحمت بن گئے تھے۔ ہاں ایک ایسا انسان جو سراپا خیر تھا۔ لوگ انہیں اپنی ضروریات بتا کر مطمئن ہوجاتے۔ اب ان کا ہونا ہی تو اصل ہونا تھا۔

دن گزرتے گئے، سال بیت گئے اور وہ لوگوں کے دل کا چین بنتے چلے گئے۔ وہ ہر دکھ کا سکھ، ہر درد کی دوا، ہر زخم کا مرہم ہو گئے تھے۔ بے ریا، بے غرض اور بے نیاز، ہر اک کے لئے چشم براہ۔ رات ہو یا دن، آندھی ہو یا طوفان، سردی ہو یا گرمی وہ لوگوں کے کاموں میں دیر تک لگے رہے۔ لیکن عجیب بات تھی ان کی آنکھیں ہمیشہ نم رہتیں، چہرے پر عجیب سی اداسی رہتی اور ہر ایک سے معافی مانگتے رہتے۔ وہ اکثر یہ کہتے ہوئے رونے لگتے کہ اگر کسی نے آقا ﷺ کے کسی بھی امتی کا دل دکھایا تو آقا ﷺ اس سے نظریں پھیر لیں گے اور اگر آقا ﷺ نے اپنا چہرہ انور کسی سے پھیر لیا تو سمجھو سب کچھ برباد ہو گیا، وہ ہلاک ہو گیا۔

وہ بہت پھرتیلے تھے قابل رشک صحت تھی ان کی، رات کو دیر تک لوگوں سے گپ شپ بھی کرتے رہتے۔ لیکن اس رات انہوں نے سب کے سامنے اپنے بڑے بیٹے کو بلایا اور کہا،

دیکھو ان سب کی دیکھ بھال کرنا ، یہ جو کچھ بھی رونق میلہ لگا ہوا ہے ناں یہ سب ان سب ہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے ۔ یہ سب ہمارے ہیں، ہم سب کا دکھ سکھ سانجھا ہے، میرے بعد تم بھی سب کا خیال رکھنا۔ بس اتنا کہا اور سونے چلے گئے ۔

نصف شب کو جب وہ بے دار نہیں ہوئے تو گھر والوں کو تشویش ہوئی اس لئے کہ وہ حج کے بعد شب بیدار رہتے ۔ تہجد گزار، لیکن وہ خاموشی سے کسی کو بھی زحمت دیئے بنا، اپنے رب کے حضور جا چکے تھے ۔ ان کی رخصتی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی ۔ کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جو دھاڑیں مار کر نہ رو رہا ہو، ہاں معصوم بچے بھی سب بس یہی کہے جا رہے تھے ہم سب یتیم ہو گئے، ہم بے آسرا ہو گئے ہم سب کا سائبان چلا گیا، ہم سب تنہا رہ گئے ۔

خلق خدا کا سائبان چلا گیا ۔ لوگوں نے انہیں آنسوؤں کی برسات میں مٹی کے سپرد کر دیا ۔ پھر ان کے بعد تو یوں لگتا تھا، جیسے سب لوگ خود خاک بسر ہو گئے ۔

ہاں یہ تھے ہمارے چاچا بوٹا، ہاں پھر سب انہیں بابا بوٹا کہنے لگے تھے ۔ کیا بات تھی ان کی ۔ وہ واقعی سائبان تھے ۔ سب کے لئے گھنا سایہ دار اور پھل دار شجر جو جھکا ہوا تھا، ہر ایک ان سے فیض پاتا، ہاں وہ بابا بوٹا تھے ۔ سب کے بابا بوٹا ۔ حج کرنے سے پہلے تو وہ کسی کو کام کیا سکھاتے وہ تو اپنے اوزاروں کو چھونے بھی نہیں دیتے تھے اور حج کے بعد انہوں نے اپنا ہنر بے روزگار جوانوں کو سکھایا بلکہ عام اعلان کیا کہ بے کار مت گھومو، ہنر سیکھو، چاہے کوئی سا بھی، اس وقت تک ان کے مصارف وہ خود ادا کریں گے ۔ نہ جانے کتنے ہی جوانوں کو انہوں نے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا اور با عزت رزق کمانے میں ان کی مدد کی ۔

اگر کسی کا جیون حج بھی نہ بدل سکے تو کیسا حج ، اور کسے کہتے ہیں حج مقبول اور کسے کہتے ہیں خدا کا برگزیدہ بندہ ۔ ۔ ہاں بابا بوٹا جیسوں کو ہی تو کہتے ہیں ۔ ۔ خدا کا برگزیدہ بندہ ۔

(مرسلہ : محمد طالب ۔ گوجرانوالا)

اَذان ایک مکمل دعوت

(حبیب الرحمٰن ہاشمی)

اذان جس کو ایک معمولی صدا اور اعلان سمجھا جاتا ہے درحقیقت وہ ایک مکمل دعوت ہے حضورﷺ نے اس کو دعوۃ التامۃ فرمایا ہے جو دن میں پانچ مرتبہ اللہ کا منادی، مؤذن، پکار پکار کر پوری قوت کے ساتھ سب سے پہلے کہتا ہے الله اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کبریائی و بڑائی صرف اللہ کیلئے ہے وہی سب سے بڑا، سب سے بلند ہے۔ سب سے عالی ہے اور ہر چیز اس کے سامنے سرنگوں، پست ہے اور اسکی محکوم اور مطیع و فرمانبردار ہے۔

جب عبادت، اطاعت، فلاح و نجات کا راستہ متعین ہو گیا تو اسی راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دینا، ہر طرف سے لوگوں کو بلانا کہ لوگو! نماز، عبادت اور فلاح و نجات کی طرف آؤ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اذان کے الفاظ اگرچہ مختصر ہیں لیکن تمام اہم عقائد پر مشتمل ہیں۔ اس میں حق کی کبریائی کا اعلان ہے۔ جس میں تمام صفاتِ کمال آجاتی ہیں توحید خالص کا اعتراف و اعلان ہے جس سے کفر و شرک کی نفی ہو جاتی ہے پھر نبی کریمﷺ کی رسالت کے اعتراف و اقرار سے ان تمام تعلیمات کا اعتراف و اعلان بھی ہو گیا جس کو لیکر آپﷺ تشریف لائے پھر عبادت و اطاعت و فلاح و نجات کی طرف دعوت ہے۔ جو فضیلت و اہمیت اذان کی ہے وہی فضیلت و اہمیت اقامت و تکبیر کی بھی ہے۔ اذان تمام لوگوں کیلئے دین کی دعوت ہے اور اللہ کی بارگاہ میں حاضری کی عام اطلاع ہے اور اقامت ان مخصوص مقرب بندوں کیلئے ہے جو اس دعوت پر دربارِ الٰہی یعنی مساجد میں حاضر ہو گئے۔ اذان اسلام کا شعار (علامت و پہچان) ہے اس سے جانچا جاتا ہے کہ کس کے دل میں حکم کی عظمت ہے، کون اللہ کی پکار پر لپکتا ہے، سب مشاغل چھوڑ کر اس کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اور کس کے دل میں اپنے دھندوں کی عظمت ہے

دم دم نال یاد

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ

دم دم نال یاد اونوں کر لے — تے یار تینوں مل جائے گا
سنگ نال فقیراں دے کر لے — تے یار تینوں مل جائے گا
پیار دنیا دا دل وچوں کڈھ دے — اوہدے بندیاں نوں دکھ دینے چھڈ دے
اوہدی رضا اتے راضی نامہ کر لے — تے یار تینوں مل جائے گا
تینوں سمجھ نہیں آوندی کیوں جھلیا — رب اپنا حبیب ﷺ اتھے گھلیا
کملی والے دے پیراں تے پیر دھر لے — تے یار تینوں مل جائے گا
بناں مالی کدی بوٹے نئیں پھلدے — دیوے دِلاں والے دِلاں نال بلدے
سوچاں چھڈ دے، خواجہ دا پلا پھڑ لے — تے یار تینوں مل جائے گا
ساقی ایہو جیہائیں کسے تھاں تے — میں تے مٹ گئی ہاں خواجہ دے ناں تے
اگے ہو جا تے پیالہ توں بھی بھر لے — تے یار تینوں مل جائے گا
اُوہدی یاد نال، دل دی صفائی اے — پیار یار دا ہی اصل کمائی اے
پار جانا ای تے، توں بھی پیار کر لے — تے یار تینوں مل جائے گا
دم دم نال یاد اونوں کر لے — تے یار تینوں مل جائے گا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



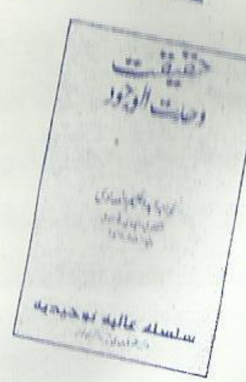
قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پید ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجددالف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

مقصودِ حیات

مصنّف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جواُنہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اِس میں تصوّف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوّف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندۂ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہِ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

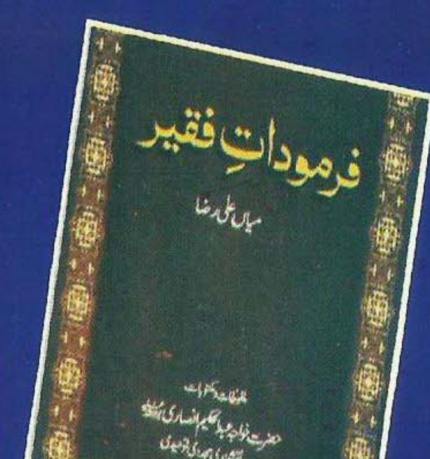


فرمودات فقیر

مرتب: میاں علی رضا

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سوانح حیات کیساتھ اِس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کئے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف اِن کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔



Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com